رسالہ

کشف الآثار

فی رد

کاشف الاسرار

مؤلفہ

حسب فرمائش

صحت نامہ رسالہ کشف الآثار فی رد کاشف الاسرار

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۳	نستفغرک	نستغفرک
"	۱۴	زماز	زمانہ
۲	۸	آوے	آئے
"	۱۷	نعرد	نعرہ
۳	۵	بیان	بہان
"	۱۷	عبارت	عبادت
"	۱۸	"	"
۴	۶	مختص	مخصص
"	"	مبتسر	مبشر
"	۸	اغیار	اعتبار
"	"	محز	فخر
"	"	مین	ہین
"	۱۵	سو	ہو
۵	۲	بنورلله	بنوراللہ
"	۵	عقیدہ	عقیدہ
"	۱۲	کتنا	کہنا
"	۱۵	ہوتے	ہونے
۶	۱	چاہیئے	چاہئے
"	۱۴	اعلی	علی
۷	۱۵	مابعد	امابعد
"	"	ذتبد	دتبہ
۷	۲۱	ہونے	ہوے
۸	۵	مین	ہین
"	۱۰	پروردہ ہے	پروردگار ہے
"	۱۲	معاس	معاش
"	۱۴	خبر	خیر
"	۱۹	رہنا	رہتا
"	۲۰	قولہ صـ	قولہ صـ
۹	۱۰	مین	ہین
"	۱۹	قولہ صـ	قولہ صـ
۱۱	۱۷	لیئے	لیے
۱۲	۶	داخل	داخل کتاب
"	۱۶	کی اسیطرح	بھی اسیطرح
"	۱۸	قولہ صـ	قولہ صـ
۱۳	۲	وکشف	زکشف
"	۱۱	دو چار	چار
"	۲۰	بزور	نزود
"	"	نذار	نذارد
۱۴	۲	کی	کہ
۱۵	۱۸	جاسکتے ہین	جاسکتے تھے
۱۶	۸	کاذ چشم	کاسہ چشم
۱۸	۱۲	کج کج	کج مج
۱۸	۲۰	اکبو	اکبر
۱۹	۵	ہین	مین
۲۰	۱۴	[illegible]	کتاب
۲۱	۴	سطور	مسطور
۲۲	۴ سطر دوم	عیوب	عیب
۲۳	۱۶	شایع	شروع
"	۵	کردیا	کردیا اللہ تعالی نے اپنے فضل کریم کے محض مین اختتام ہوچکا
۲۶	۲	ماکان	پاکان
"	۱۰	توشہ	توتہ
۳۱	۶	جبیت	جمعیت
"	۱۲	کرامت	مکرمت
"	۱۳	کل	کل ہی
۳۳	۶	گودید	گردید
۳۴	۱۵	چندر	چند
۳۵	۱۳	لوہنین	ادھین
۳۶	۵	سد	اللہ
"	۱۴	قولہ صـ	قولہ صـ۱۴
۳۷	۴	طریقا	طریقہ
۳۹	۷	استظہرین	المتطہرین

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۴۰	۲	لاسیبوا	لاتسیبوا
〃	۱۰	آبار واجداد	آباء واجداد
۴۱	۱۴	ہرج	طرح
۴۳	۱۴	آتے	آے
〃	۲۰	وقات	اوقات
۴۵	۲۱	روز	روز
۴۷	۹	بابیان کی اولاد	بابیان.... جسکے لیے کہا گیا کہ ... ہے.... انکی اولاد
۴۸	۲۰	الوا	الواقع
۴۹	۱۹	سوزنیت	سوا تعریف
۵۰	۱۴	بور	بود
〃	۱	قول صـ۲	قول صـ۲۳
۵۳	۱۴	وامریہ	یا مریہ
۵۸	۲۱	ثواب	تراب
۶۰	۹	ہوتی ہے سوائی	ہوتی ہے.... سوائی
۶۴	۵	قول صـ۲۳	قول صـ۳۲
۶۶	۷	سکون سے	سکوت سے
۶۶	۶	فرمایا ہے کہ	فرمایا ہے اور فرمایا ہے کہ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۶۷	۱۱	جگہ	جگر
〃	۱۴	کے	کی
۶۸	۱۸	کے	کی
۶۹	۸	اہانت	امامت
〃	۱۱	علیٰہذا	علیٰ ہذا
۷۲	۲۱	ہل	اہل
〃	〃	ودکین	درکین
۷۵	۷	حق باطل	حق وباطل
۷۶	۹	اظہر	اطہر
〃	۱۳	آنخضرات	انحضرات
۷۷	۴	آنحضرت	انحضرات
۷۸	۹	لکھے	کہتے
〃	۱۵	اوالمقررۃ	المقررۃ
〃	۲۰	ششتنا	تثبتا
۸۲	۱۷	التیکریم	التکریم
۸۵	۳	طریقہ کریں	طریق کا کریں
〃	〃	طریقہ سے	طریق سے
〃	۴	واجد علی قلندر خلیفہ و	واجد علی خلف
〃	۵	خود المرحوم	خود حضرت مولانا شاہ تقی علی قلندر

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
			مرید و خلیفہ والد شریف حضرت شاہ تراب علی قلندر خلیفہ و جانشین والد شریف خود المرحوم
۸۶	۸	قول صـ۲۵	قول صـ۳۵
۸۷	۱۹	اکار	اکابر
۸۸	۱۱	آنخضرات	انحضرات
۸۹	۳۰	آپکے	آپ کے
۹۱	۱۹	تحریرات	دستخطی تحریرات
۹۲	۱۶	چاہیئے	چاہے
۹۳	۳	علیٰہذا	علیٰ ہذا
〃	۷	مین الشمس	من الشمس
۹۵	۱۷	روایت	رُوات
۹۹	۶	لکھدیا یا	لکھدیا
۱۰۰	۲۱	وقف نامون کے	وقف ناموں سے
۱۰۱	۱۰	قول صـ۵۳	قول صـ۵۴
۱۰۲	۲۰	کی طرح	کسی طرح
〃	۵	ارداج	ارواح
۱۰۴	۱۰	ذیادہ	زیادہ
۱۰۵	۱	طبع ۱۳۳۲	طبع ۱۳۲۶

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونستعینہ ونستغفرہ ونومن بہ ونتوکل علیہ ونعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا من یھدہ اللہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ھادی لہ ونشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ ونشھد ان سیدنا ومولانا محمدا عبدہ ورسولہ اللھم انا نستعینک ونستغفرک ونومن بک ونتوکل علیک ونثنی علیک الخیر ونشکرک ولا نکفرک ونخلع ونترک من یفجرک اللھم ایاک نعبد ولک نصلی ونسجد والیک نسعی ونحفد نرجو رحمتک ونخشی عذابک ان عذابک بالکفار ملحق

مخفی نہین کہ موجودہ پر آشوب زمانہ مین ہر طرف کذب ودروغ وجہل وافترا کی تاریکی چھائی ہوئی ہے ہر بے بال و پر ہوس بلند پردازی مین مبتلا و نام نمود کی خواہش مین اسیر عجب و نخوت کی ہر جگہ گرم بازاری ہی لیس کمثلی ہر کس و ناکس کی زبان پر جاری ہے جسنے دو چار کتابین پڑھ لین وہ علامہ دوران بنگیا یا اگر کپڑے رنگ کر پہن لیے تو عارف کامل وولی زمان ہوگیا ؎

گدا چون یافت روزی خویش را داند سلیمانی　　　برائے مور سنگ آسیا تخت روان باشد

دو چار رسالون کا ترجمہ کرنے والا عوام مین ملک العلماء جانا جاتا ہے اور نور الانوار یا توضیح و تلویح پڑھ لینے والا بیہقی وقت و ابو اسحٰق استاد تسلیم ہو جاتا ہے حالانکہ ؎

طبع دون از رہ تقلید بہ نیکان نرسد　　　پا اگر خواب کند چشم نخوانند اورا

زمانہ کی روش کے ساتھ جہالت کا زور و شور ترقی پر ہے جو ہی وہ نفسانیت سے اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد الگ بنا رہا ہے سدا کے جاہل گنوار جبہ و دستار سے آراستہ ہوکر پانچوین سوارون مین شامل ہونے کے لئے تیار ہین دو چار جاہل سادہ لوح مرید کرکے لن ترانیان اوڑانے اور اپنی اظہار حقانیت مین بزرگون کو برا بھلا کہنے کے لئے بیقرار ہین تماشا یہ ہے کہ باوجود جہالت و ناواقفیت کے علماء و افکار دین کے مونھ آتے ہین انکی خدمت مین تحریراً و تقریراً جو جی مین آتا ہے گستاخی کر بیٹھتے

ہین ایسی ایسے سفید جھلا شیخی بگھارتے ہین جنہین الف بے اور لٹھے وشہتیر مین تمیز نہین

اصل یہ ہے کہ انسان کی فطرت مین جاہ طلبی ہے جس کے لئے وہ صدہا حیلہ وبہانہ تراشتا ہے۔

چنانچہ ماہ ربیع الآخر ۱۳۳۹ھ مطابق ۱۹۲۰ء مین جب کتاب نفحات العنبر یہ شایع ہوکر مطبوع خلایق ہوئی تو بعض حاسدین کو بوجہ خلقی عناد وحسد کے اوس کی شہرت شاق ہوئی کیونکہ ایسی طبایع کسی ہمعصر کا تفوق گوارا نہین کرسکتے۔

چونکہ نفحات مین مولف کاشف الاسرار کے جد بزرگوار کا بھی مجمل سچا حال لکھا گیا تھا جو اُن کی طبعزاد حال کے مخالف تھا لہٰذا مخالفت کا بہانہ ہاتھ آیا سمجھے کہ مبادا امر حق لوگون کے جی مین بیٹھ جائے تو اپنی غلط بیانی مین فرق آئے جھٹ مخالف بن بیٹھے اور عوام مین مشہور کرنے لگے کہ نفحات العنبر ومقدمہ روض الازہر یعنی مواہب القلندر کا جواب عنقریب وہ شایع ہوگا جسے دیکھکر مولف نفحات وغیرہ دنگ ہوجائینگے۔

کئی روز ہوئے کہ ایک صاحب نے ایک تحریر موسومہ بہ کاشف الاسرار دکھائی کہا کہ یہ دیکھئے یہ اُن کتابون کی تردید ہے معترض واعظ بھی ہین حافظ بھی شاہ جی بھی کہلاتے ہین اور اپنے بزرگون اور مرشدون کے راجی بھی۔

رسالہ دیکھا تو: اہ سبحان اللہ خود غلط مضمون غلط انشا غلط املا غلط؛ اوسکی عنوان ہی سے اوسکی خوبی نمایان بہر حال رسالہ مجوبہ روزگار ہے اس قابل تو تھا نہین کہ صاحب مقدمہ روض الازہر اوسکی مزخرفات کیطرف توجہ کرتے مگر خیال ہوا کہ جواب جاہلان باشد خموشی سے عوام کہین یہ نہ سمجھین کہ رسالہ ہی لاجواب تھا جواب کیا دیا جاتا لہٰذا بخیال رفع شکوک عامہ یہ رسالہ لکھنا پڑا تا کہ مودبان خانقاہ نوحہ انی فناللہ بزبان دارند اگر گرجہاے مدارس بصدای انی علما لا انعلین دمار از روزگار ایشان برآرند عجبی نیست۔

جو جو لغویات وخرافات اوس رسالہ مین بکے گئے ہین اونکی تردید سے بلحاظ دفع بالتی ہی احسن قطع نظر کیگئی اور جہان جواب ترکی بترکی مناسب تھا وہان فعاقبوا بمثل ما عوقبتم بہ پر عمل کیا گیا اس سے کوئی الزام نہین آسکتا کیونکہ ابتدا اوس طرف سے ہے والاثم علی البادی واللہ الموفق وھو الہادی

قبل اس کے کہ مضمون رسالہ کاشف الاسرار کے متعلق کچھ لکھا جائے اسکی عبارت وطرز بیان کے کچھ نمونہ بھی مثالاً پیش کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے تاکہ ناظرین کو معترض یعنی مولف رسالہ کاشف الاسرار کی علمی قابلیت کا بھی اندازہ ہو جائے کہ وہ کس پایہ کے شخص ہیں اور دنیاے علم وادب کو انکی ذات سے کیا کیا فوائد حاصل ہیں یونتو رسالہ کا کوئی جملہ بھی مشکل سے ایسا ہوگا کہ جو جہلیت میں خود اپنی آپ ہی نظیر نہو مگر کچھ بیان بطور نمونہ درج کرنا بیموقع نہوگا۔

خطبہ رسالہ عربی مین مع الاعراب ہے اور وہ اعراب یا تو مولف نے خود دی ہے یا کاپی نویس کی لیاقت ہی اس غلط سلط اعراب نے اور بھی عبارت ستیاناس کردی ہو ایسے اعراب کا جوابدہ بھی مولف کے سوا کوئی ہو نہین سکتا۔

قولہ والشکر للّٰہ الصمد التی لفظ التی اللہ کیلئے کیا خوب یہ بھی نہین معلوم کہ التی مذکر کیلئے مستعمل ہے یا مونث کیلئے۔

قولہ صنعہ ذواتھم وسائل الاقوی لفوز الرام وحصول السعادۃ اس کا ترجمہ فٹ نوٹ مین یہ لکھا گیا ہے کہ (انکی ذاتون کو ذریعہ بنایا مقصد وحصول سعادت کیلئے) الفاظ وسائل وفوز کے معنی بلحاظ بیربطی شیرازۂ اجزاء حواس چھوڑ دیے گئے تاکہ ترجمہ کی بے معنی اور عبارت کے خبط ہونے مین کمی نہو۔

قولہ ووضع صھا بتھم ذرایع الاحری لرموز القعود والقیام ووصول السیادۃ لفظ صحابت سے معنی مترجم نے ترجمہ مین صحبتون کے لکھی ہین حالانکہ لغت مین اسکے معنی یار شدن و یاران کے ہین نہ صحبت کے معلوم نہین کہ صحابت بمعنی صحبت کس لغت مین دیکھا گیا ہے۔

پھر اس جملہ کے معنی بھی خوب لکھے گئے ہین کہ (انکی صحبتون کو اعلیٰ ذریعہ کیا عبادت روز و شب اور وصول سیادت کیلئے) رموز قعود وقیام کے معنی عبادت روز و شب یہ نئی ایجاد ہے۔

قولہ اشرق انفاسھم باشعار الوحدۃ المتفردۃ وفرق شخاصھم لاظھار الکثرۃ اس جملہ کا ترجمہ بھی شاید بوجہ معنی سمجھ مین نہ آنے کے چھوڑ دیا گیا۔

اشراق انفاس نئی ترکیب ہے، انفاس جمع نَفَس بمعنی سانس ہے نہ کہ جمع نفس بمعنی ذات اصلی

کہ ادس کی جمع نفوس ہے نہ انفاس تو اس جملہ کے معنی یہ ہوئے کہ سانسون کو بعلامات وحدت منفردہ روشن کیا اور ان کے اشخاص کو اظہار کثرت کیلئے متفرق کیا۔ سانسون کو روشن اور اشخاص کو متفرق کرنا عجیب طرز بیان ہے۔

قولہ والصلوٰۃ الطیبات والسلام الزاکیات صفت موصوف کی ترکیب ملاحظہ ہو موصوف اگر بصیغہ واحد ہے تو صفت بصیغہ جمع معلوم ہوتا ہے کہ صرف ونحو مین بھی اجتہادی تصرف حاصل ہے۔

قولہ مختص بالاحدیۃ کما ھو فی الھویۃ والحقیقۃ ومبشر وممیز بالبشریۃ متشخص بالعبدیۃ کما فی المعرفۃ والحقیقۃ

اسکا ترجمہ بھی ملاحظہ ہو (اور حقیقت کے اعتبار سے وہ منفرد اور مختص ہین احدیت مین اور بشریت مین سرفراز اور عبدیت مین ممتاز اور معرفت اور طریقت مین آپ کا درجہ حاصل ہے)

مولف شاید اصطلاحات صوفیہ سے ناواقف محض ہین احدیت مرتبہ اول ذات کو کہتے ہین اور ہویت مرتبہ احدیت سے بالاتر ہے معلوم نہین کہ یہان ہویت وحقیقت سے مراتب ذات مراد ہین یا کچھ اور۔ اور حقیقت سے مرتبہ ذات مراد ہے یا حقیقت بمعنی واقعیت ترجمہ سے تو معلوم ہوتا ہے کہ معنی واقعی مراد لئے گئے ہین مگر وہ بھی چسپان نہین ہوتے کیونکہ لفظ ہویت کیساتھ حقیقت لائی گئی ہے جس کا ترجمہ چھوڑ دیا گیا ہے ان جملون کے جیسے کچھ معنی بیان کئے گئے ہین وہ اصل الفاظ اور اس کے ترجمہ کے مقابلہ سے ناظرین کو خود معلوم ہو سکتے ہین کہ کیسے ہین۔

قولہ شاھدا کاملا ونذیرا صادقا یہ الفاظ منصوب رکھے گئے حالانکہ جب موصوف مجرور ہے تو صفت کو بھی مجرور رہنا چاہئے تھا۔

قولہ الا من اتخذ عند الرحمن عھدا اس کا ترجمہ یہ لکھا گیا ہے کہ (اور یہ عہد فضیلت اللہ نے لے لیا ہے ارواح انبیا سے) کلام مجید مین بجائے لفظ ذلک کے الا ہے جس مین مولف نے باوجود حافظ کہلانے کے یہ تصریف وتحریف کی ہے اور بجائے معنی شفاعت ترجمون مین موجود ہونے کے معنی عہد فضیلت مراد لئے ہین جو سیاق وسباق کلام کے مخالف ہین۔

قولہ صفحہ فمن آمن باللہ وبنورہ ونور انوارہ فاشہد وافضل فی جماعۃ الصوفیۃ الصافیۃ

ایمان باللہ وبنور اللہ ہر مسلمان پر فرض ہے خواہ وہ کسی عقیدہ کا ہو اس مین تخصیص حضرات صوفیہ کی کیا ہے اور پھر ایسے مومن کا طبقہ حضرات صوفیہ مین اشرف وافضل ہونا یہ گویا اس امر کا شعر ہے کہ عموماً حضرات صوفیہ شاید مولف کے نزدیک مومن نہین ہوتے یا معاذ اللہ اون کے اسلام مین نقص ہوتا ہے اور غالباً مولف کے نزدیک عام مومنین کا کیا ذکر عام حضرات صوفیہ کا بھی یہ عقیدہ نہین ہوتا تب ہی ایسے مومن کو جماعت حضرات صوفیہ مین اشرف وفضل عطا کیا گیا نعوذ باللہ۔

قولہ صفحہ ومن کفر وجحد من حقہ وحق حبیبہ سنّ وسراسرارہ فالطف والکمل فی طبقۃ الضالۃ والمضلۃ

اس کا ترجمہ یہ لکھا گیا ہے کہ (اور جس نے انکار کیا حق اللہ وحق الرسول اور انکی اولاد امجاد کے حقوق سے وہ گمراہون اور عاصیون کی جماعت مین داخل کیا گیا) اصل عبارت کچھ ہے اور ترجمہ کچھ پہلے تو منکر حق آلہی وحضرت رسالت پناہی صلعم کو لطیف وکامل کا خطاب دیا گیا پھر وہی گمراہون مین داخل کیا گیا۔

افراد طبقہ ضالہ کو لطیف وکامل کنا یہ ویسی جدت ہے جیسے کسی وارستہ ولا یعقل کو دانشمند ومدرس سمجھنا اور جب یہ لوگ لطیف وکامل ہوئے تو حضرات ائمہ وعلماء دین رضوان اللہ علیہم اجمعین کیا ہوئے۔ کیا معاذ اللہ وہ کثیف وناقص ہونگے توبہ توبہ یہ عجیب استعارہ ہی اور سرہ وسراسرارہ کے معنی تو ترجمہ مین لکھے ہی نہین گئے غالباً اسلئے کہ اس ترکیب الفاظ کی جدت نے کوئی معنی پیدا ہونے ہی نہ دئے

قولہ صفحہ ذلک نعمۃ اللہ یوتیہ من یشاء بالمدارج والمناصبۃ فذلک حکمۃ اللہ یعطی من یشاء بالمدارج والمناصبۃ

اس کا ترجمہ بھی ملاحظہ ہو (اور یہ نعمت خاص ہے اللہ کی جسے چاہے عطا کرتا ہے بیحساب وبیشمار اور یہ حکمت ہے اللہ تعالیٰ کی جسے چاہتا ہے مراتب ودرجات بخشتا ہے) یہ دو جملے اگر مکرر ومتعقد کے لیے لائے گئے تو دونوں کے معنی ومطالب مین فرق دکھانا چاہئے تھا اور اگر ایک ہی کے متعلق ہین تو لایعنی ہین کیونکہ دونوں مین بجز الفاظ تلک ذلک نعمت حکمت کے کوئی فرق نہین اور

پھر ترجمہ بھی کیا خوب ہی یوتیہ کے معنی عطا کے اور یعطیہ کے معنی چاہئے کے لکھے گئے ہیں۔

علاوہ ازین الفاظ بحساب بے شمار خدا معلوم کن الفاظ کے معنی ہیں اصل عبارت مین تو کوئی ایسا لفظ نہین جس کے یہ معنی ہوسکیں۔

پھر لفظ مدارج کیساتھ لفظ مناصبۃ لایا گیا مدارج بیشک درجہ کی جمع ہے لیکن مناصبۃ جمع منصب نہین بلکہ اوسکی جمع مناصب ہے۔ مناصبۃ کے معنی باکسی دشمنی وجنگ آشکارا کردن کے ہین اس لحاظ سے اس کو لفظ مدارج کے ساتھ ایسے محل پر لانا نہیں ہے۔ لفظ حکمت ونعمت کا فرق یہ بتاتا ہے کہ یہ دو جملے منکر ومعتقد کیلئے ہین مگر ترجمہ سے یہ فرق بھی معلوم نہین ہوتا۔

قولہ احمد المجتبیٰ سبحان اللہ کیا کہنا شاید منصرف وغیر منصرف اتبک نہین سمجھے کاش نحو کی کسی ابتدائی کتاب مین دیکھ لیتے۔

قولہ شریعۃ الغراء المطہرۃ وطریقۃ طریقۃ البیضا المنقدۃ معلوم نہین کہ ترکیب توصیفی ہے یا اضافی اگر ترکیب توصیفی ہو تو صفت کیساتھ موصوف کو بھی معرف باللام ہونا چاہئے۔

قولہ فاغلب مذہبہ عن کل المذاہب والمشربۃ وانتخب سلسلۃ من جمیع السلاسل والمنہجۃ ترجمہ (غالب ہوا آپ کا مذہب تمام مذہبون اور مشربون سے اور سلسلہ آپکا تمام سلاسل اور نہجون مین منتخب ہے) لفظ اغلب بمعنی غلب بصیغہ ماضی کا استعمال غلط ہے اور لفظ اغلب بضم با رصیغہ افعل التفضیل ہے وہ بھی یہان درست نہین اور بجای عن کے علی لانا چاہئے تھا کیونکہ عن مجاوزت کے لئے آتا ہے اور علی استعلاء کیلئے یہان معنی استعلا ہی یہان تھے ہین نہ معنی مجاوزت

قولہ فی سماء النیابۃ وقیام المقامۃ ترجمہ اس کا یہ کیا گیا ہے کہ (نیابت وسجادگی کے آسمان مین قیام مقامہ بمعنی سجادگی یہ طبعزاد معنی ہین جو کسی لغت مین نہین پائے جاتے۔

قولہ الذین ہم معارف الحقانیۃ وعوارف الربانیۃ ترجمہ (اور ذرایع مین حقیقت ومعرفت اللہ کے) یعنی اصحاب واتباع بنوی صلعم خود بذاتہ معارف حقانیہ وعوارف ربانیہ ہین معلوم نہین کہ ترجمہ مین لفظ ذرائع کس لفظ کے مفہوم مین لایا گیا ہے جو بظاہر مفقود ہے۔ احتمال یہ ہے کہ اس طرح کی خطبہ مین

جو جو غلطیان ہوگئین اونکی اصلاح کی ترجمہ مین کوشش کی گئی مگر مجبوری تو یہ ہی کہ جو حال عربی
ادب دانی کا ہے وہی اردو زبان دانی کا بھی خطبہ کتاب مین خاص بات یہ ہے کہ کہین بھی ترکیب
وبندش ومحل وموقعہ وقواعد صرفی ونحوی کا خیال نہین کیا گیا محض کچھ نہ کچھ لکھدینا مد نظر رکھا گیا
مبتدا کہین ہے خبر کہین اگر کہین صفت ہے تو موصوف نہین غرضکہ عجب بیربط عبارت ہے۔

قولہ اللھم احفظنا عن دعوات غیر الاستحقاق ونجنا من غرات الانانیۃ وانقطاع الحق
والافتراق بحرمۃ احفاد المحمدیۃ واولاد الاحمدیۃ واخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العالمین

ترجمہ (بار الٰہا نگاہ رکھ ہمکو دعوات غیر استحقاق سے اور بچا ہمکو غرات انانیت وانقطاع حقوق العباد
یعنی قطع صلہ رحم اور تفرقہ ڈالنے باہمی سے بغرض فایدہ ذاتی کے اولاد امجاد محمد مصطفے صلعم
کے طفیل مین اور آخر دعوی ہمارا ہے کہ کل تعریفات کا مستحق اللہ ہے جو پروردگار تمام عالم کا ہے)
یہ دعا جو مانگی گئی بہت اچھی تھی اگر قبول ہوجاتی مگر افسوس کہ بوجہ دل کے زبان سے موافق نہونیکے
شرف قبولیت نہ حاصل کرسکی دل کی خواہش کچھ ہے اور زبانی فرمایش کچھ انما الاعمال بالنیات
جیسی نیت ویسے پھل دعوات غیر استحقاق وغرات انانیت کے شاہد عادل مولف کے عملی کارنامے
ہین جنسے ہر واقف حالات واقف ہے۔ عربی ادب دانی اور نثاری کے نمونے تو ناظرین ملاحظہ
کرچکے اب جو احسان مولف نے اردو زبان اور ادب پر کیا ہے اوس کے نمونے بھی حال بالا خطہ ہین

قولہ ما بعد فقیر انام برای نام محمد اکرام علی غفر اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی - واہ کتنا صحیح ودرست
فقرہ ہے معلوم نہین برائے نام کی اضافت فقیر انام کی طرف ہے یا محمد اکرام علی کیجانب دونون صورتون مین
کوئی معنی پیدا نہین ہوتے پھر غفر اللہ عن ذنبہ الجلی کا جملہ اوس سے بھی بڑھا ہوا ہے شاید مولف قواعد
صرف ونحو سے بھی واقف نہین لفظ عن نے تو اور بھی معنی خبط کردیے کہنا یہ چاہیے تھا کہ تجاوز اللہ
عن ذنوبہ الجلی والخفی کیونکہ عن مجاوزت کیلئے آتا ہے مگر نافہمی سے مجبوری ہے۔

قولہ مخص الکاملین مشخص العارفین ان جملون پر اگر اعراب دیدیجاتی تو بہتر ہوتا سمجھ مین نہین
آتا کہ یہ اسم فاعل کے صیغے ہین یا اسم مفعول کے اگر فاعل کے صیغے ہین تو یہ معنی ہونگے کہ کاملین وعارفین

سے خاص کرنے اور تشخیص کرنے والا ہے، اور اگر مفعول کے ہیں تو یہ مطلب ہوگا کہ عارفین و کاملین
کے مخصوص و تشخیص کردہ شدہ بہرحال دونوں صحیح نہیں۔

قولہ دفتر اصحاب شہود فرز کے مقابلہ میں دفتر بھی خوب ہے اس لفظ نے جملہ کے معنی سمجھنے سے
ناظرین کو معذور کر دیا ہے کیونکہ اس کے لغوی معنی گرانی گوش و نگا نتن استخوان و بالکسر بار بزرد
اشتر کے ہیں۔ اس جملہ میں لفظ دفتر سے کوئی مدح و صفت کے معنی نہیں نکلتے بلکہ ذم کے معنی پیدا
ہوتے ہیں۔

قولہ ممتاز قطب الاقطاب اعجاز غیاث الارباب الفاظ ممتاز و اعجاز نے ان جملوں کو بے معنی
کر دیا ہے خصوصاً دوسرا جملہ عجب جملہ ہے غیاث العالمین غیاث المریدین وغیرہ تو مستعمل ہے مگر
یہ ایسا جملہ ہے جو بوجہ اپنی غرابت کے آجتک شاید کسی کے خیال میں نہیں گذرا۔ ارباب جمع رب
معنی پروردگار ہے یعنی پروردگاروں کے فریادرس۔ پھر لفظ ممتاز و اعجاز سے سب جملہ جملوں کے
معنی اور بھی زائد مہمل ہوگئے۔

قولہ جسم و جان عسکر معاش ہے نہیں معلوم کہ کتاب وضع الازمین کہاں پر اصول تجارت
و زراعت یا قوانین سیاست مدن و تدبیر منازل تحریر ہیں جو اس کی تعریف میں ایسے جملے لکھے گئے

قولہ عجیب کتاب ہے غریب نصاب ہے جملہ عجیب کتاب تو خیر جیسا کچھ ہے وہ ہے مگر غریب نصاب
کا جملہ اس سے بھی بڑھا ہوا ہے اور کچھ تک بندی ہے مولف کو مقفی عبارت لکھنے کے شوق میں
اس کا کچھ خیال نہیں رہا کہ ایسے جملوں کے کچھ معنی بھی ہو سکتے ہیں یا نہیں۔

قولہ ہر زبان اہل زبان ہو کر لکھا ہے ذریت و عربیت کا اصلی خاکہ کھینچی ہے
لفظ زبان کو آجتک بتغیر تذکیر کسی نے استعمال نہیں کیا مونث کو مذکر سمجھنا اور لکھنا معترض ہی کا
حصہ ہے، اور خاکہ کھینچنا لفظ اصلی بھی کسقدر بے موزون ہے۔

قولہ کتاب مذکورۃ الصدر۔ یہ ترکیب عربی ہے اور جب ترکیب عربی استعمال کی تھی تو اسکا لحاظ
بھی ضروری تھا کہ عربی میں لفظ کتاب مذکر ہے یا مونث حالانکہ اردو کی طرح عربی میں بھی مونث ہی سمجھتے

ہون گے باوجود حافظ کہلانیکے ذٰلک الکتاب لاریب فیہ پر غور نہ کیا۔

قولہ حیثیت تاریخی ہے کیفیت ملفوظی ہے لیکن تاریخ سے علاقہ اور نہ ملفوظات سے رابطہ۔ کیا خوب کتاب مستطاب کی تعریف کی ہے کہ یہ بھی ہے اور وہ بھی پھر نہ یہ ہے نہ وہ ہے یہ بہت ہی خوب ناظرین سمجھ سکتے ہین کہ یہ تو کتاب مستطاب کی سخت مذمت ہی نہ کہ مدح ہے

برین عقل و دانش بباید گریست | کہ خود گفتہ وخود ندانند کہ چیست

قولہ جلیس سیر مصطفویہ مطابق اقوال الٰہی و موافق افعال رسالت پناہی۔ جلیس معنی ہمنشین لفظی معنی یہ ہوے کہ "ہمنشین عادات وخصائل مصطفویہ" عادات وخصائل کے ساتھ نسبت ہمنشینی اچھی جدت ہے۔ اسکی اضافت ذی روح کی طرف ہوا کرتی ہے نہ عادات وخصائل کی طرف۔ کیا کسی عالم یا فاضل نے ایسی ترکیب استعمال کی ہے۔

قولہ صوفیان عالی کبار اور قلندران نامدار کے اصلی حکایات اور واقعی حالات ہین لہذا تاریخ کہنا درست و بجا ہے۔ لفظ عالی کبار کیا خوب اچھا خاصہ لفظ صوفیای کبار تھا مگر التزام تو اس کا ہے کہ جب تک کسی لفظ و جملہ کو بگاڑ نہ لیں گے استعمال نہ کرین گے دوسرا لطیفہ قابل ملاحظہ ہے کہ پہلے تو یہ لکھ چکے ہین کہ (نہ تاریخ سے علاقہ اور نہ ملفوظ سے رابطہ) اور اب یہ لکھتے ہین۔ افسوس زعم قابلیت مین اس کا شعور و ہوش بھی نہین رہتا کہ پہلے کیا کہا جاچکا ہے اور اب کیا لکھا جارہا ہے۔ نے زور مین خود گرتے اور ہر فقرہ پر سمجھداروں کو اپنے حالت و قابلیت پر ہنساتے ہین۔

قولہ عقول عشرہ کے دلائل ہین۔ معلوم نہین کہ کتاب روض الازہر مین کس جگہ اور کس صفحہ مین اسکے بحث و دلائل ہین۔

قولہ اصل سے جدا اور نقل سے ناہموار مضمون تکمہ ہویدا ہے ور مفہوم نابدا ہے سے پیدا ہے جابجا اضافات بے سبب ہین اور موقعہ بیموقعہ تحشیات بیہودہ و طلب ہین روض الازہر کی عبارت حوض الکوثر سے منفصل ہے اور روض الکوثر کی فصاحت مقدمہ کتاب۔ ہب الطلب ت غیر متصل ہے ناپدا، تمام جدت و اختراع ہے ذریعہ قابلیت دانشوری ہے۔

جدت و اختراع مقدمہ کتاب مواہب القلندرین کیگئی جسکو لکھنے کو تو لکھ گئے مگر ثبوت مین کوئی عبارت نہ پیش کر سکے اور جملہ ذریعہ ممتازکی ترکیب تو ایسی نئی ہے کہ واہ وا پھر اس طلاقت کا کیا کہنا کہ باوجود اس قدر ہذیان سرائی کے بھی مفہوم ادا نہ کر سکے۔

مقدمہ مین جو واقعات صاحب مقدمہ مدظلہ نے تحدیثاً للنعمۃ لکھے یا اپنی محنت و دماغ سوزی و عرقریزی کو بیان کیا اسی سے غالباً انانیت مراد لیگئی ہے اگر ایسا ہے تو قربان اس سمجھ کے۔ اپنی محنت ہر ایک کو عزیز ہوتی ہے اکثر اکابر نے ایسا کیا ہے کہ اپنے متعلق واقعات و بشارات کا اظہار اداءً للشکر کیا ہے چنانچہ علامہ سعد الدین تفتازانی و علامہ قطب الدین شیرازی وغیرہم نے جیسی محنت و عرقریزی کی ہے اوس کا اظہار انہون نے اپنے تصانیف مین کیا ہے۔ کیا اون سبکا یہ فعل انانیت ہی پر مبنی تھا

قولہ مواہب القلندرین مولفہ مولانا مولوی شاہ حبیب حیدر قلندر مدظلہ العالی کی حیثیت مقدمہ ہے لیکن مقدمہ علی المقدمہ ہے مقدمہ داخل کتاب ہے اور مقدمہ خارج از کتاب ہے اس تالیف کیوجہ اور تصنیف کا سبب مفقود ہے اس مین نہ کوئی مقصد ہے نہ مقصود ہے اور تکملہ تمم کتاب مقدس انساب ہے مقدمہ محتم تحشی و اضافات لاجواب ہے۔

مقدمہ علی المقدمہ بہت خوب تحریر ہوا۔ معترض کو مقدمہ کے نام پر غور کر کے کچھ لکھنا تھا مقدمہ داخل کتاب صرف روض الازہر کا مقدمہ ہے نہ حوض الکوثر کا اور یہیں کو مقدمہ علی المقدمہ لکھا جاتا ہو دونون کا مقدمہ ہے جس پر خود اس کا نام مواہب القلندرین لمطالع الروض الازہر والحوض الکوثر شاہد ہے شاید بوجہ عربی نام ہونے کے معترض کی سمجھ مین نہ آیا ہوگا اچھا ہوتا اگر کسی پڑھے لکھے سے اوسکی معنی پوچھ لیتے پھر لکھتے مگر جوش تردید نے تو ایسا بوکھلایا کہ آسان بات بھی سمجھ مین نہ آئی اصل یہ ہو کہ اگر سمجھ درست ہوتی تو یہ رونا کیون رویا جاتا۔

حضرت مصنف مدظلہ نے مقدمہ مین پہلے تو اسباب وجود و ترتیب و تہذیب و [illegible] کتاب لکھی ہین جس کی سمت مین وہ واقعات و مبشرات لاسے ہین جو اون ذات [illegible] صاحب تذکرہ یعنی سعۃ [illegible] حضرت میر [illegible] مقدمہ مین فرمائے ہین اور وہ واقعہ جو خان بہادر منشی تاج الدین صاحب مغفور

مرید حضرت مولانا شاہ تقی علی قلندر مصنف کتاب نے بیان کیا اگر وہ وجوہ و اسباب معترض کے خیال مین باعث تحریر مقدمہ نہ تھے تو مجبوری ہے سوا اس کے کہ معترض کے فہم ناقص پر فاتحہ خوانی کیجائے یا اس لغو اور مہمل عبارت کی داد دیجائے سچ ہے ؎

بے فہم اگر چشم بدوزد بکتاب	نتواند دید بدرد کی معنی درخواب
کے غور کنند در سخن بے مغزان	غواصی بحر نیست مقدور حباب

پھر یہ جملہ بھی کہ (مقدمہ کتاب داخل ہی آور مقدمہ ہذا خارج از کتاب ہے) بہت خوب ہے جس مقدمہ کو داخل کتاب سمجھا جاتا ہے اس مقدمہ کے بعد لفظ فی العلم بھی لکھا ہے حضرت مصنف نے اس کو بطور مقدمۃ العلم کے رکھا ہے کیونکہ اس مین فضائل علم و علماء باللہ لکھے ہین اور مقدمہ ہذا جس کو بوجہ فہمی مقدمہ علی المقدمہ لکھا جاتا ہے یہ دونون کا بطور مقدمۃ الکتاب کے ہے اور ان دونون مقدمون مین فرق ہوتا ہے ذرا غور کرنا چاہیے تھا اور اگر سمجھ مین نہ آئے تو کسی عالم سے دریافت کر لینا چاہیے۔

علاوہ اس کے مقدمہ کتاب سے خارج بھی ہوتا ہے متقدمین مین علامہ ابن خلدون نے جو تاریخ لکھی اس کا مقدمہ کتاب سے علیحدہ ہے نیز علامہ ابن حجر عسقلانی نے جو صحیح بخاری کی شرح فتح الباری لکھی اس کا مقدمہ بھی کتاب سے علیحدہ ہے ایسی بہت مثالین ملین گی مولانا عبدالحی فرنگی محلی نے اکثر کتابون کا مقدمہ اسیطرح لکھا مولوی خرم علی بلہوری نے ترجمہ کتاب قول الجمیل کا مقدمہ بھی اسیطرح لکھا معلوم نہین اس غلط مقدمہ علی المقدمہ سے کیا نئی بات خیال مین آئی جسکو لکھکر ناظرین رسالہ کی گردن بار احسان دادہ سے جھکانیکی ضرورت ہوئی۔

قولہ مبشرات کے تو واندر تکمیل تھے اس واسطے شیرازۂ کتاب بنلے گئے اور مقدمہ علی المقدمہ کی صورت ترتیب دیگئی فی الحقیقت مقدمہ خود غرضیون کا نمونہ اور خود نمائیون کا آئینہ ہے فہرست مضامین مقدمہ مندرجہ ذیل ہے مضمون سابقہ ومقدمہ مین مبشرات عادت ہین جنمین اکثر صاحب مقدمہ بروایت کرتے ہین اور حضرت موصوف نے خود ہی اس کی تعبیر فرمائی اور مبشرات کی نسبت

ایسی ارباب سے ہے جو عالم اسباب سے منتقل ہو کر عالم ارواح کے متعلق ہیں عوام نہیں
بر سر رحمت ہیں یا بر سر زحمت اون کی تصدیق و تحقیق نہ کشف قبور سے ممکن ہے نہ مراقبہ
سے اسواسطے کہ ذرایع مذکورہ حضرت اولیاء کرام کی ارواح مقدسہ سے بالخاصہ کئے جاتے ہیں اور
انفاس زکیہ عالم ارواح سے ہر عقدہ کو حل کرتے ہیں اور ہر سوال کا جواب روحانی طریق پر دیتے
ہیں عوام بیکار محض ہیں اون سے ان امور کا تعلق نہیں

معترض سے آخر اپنے حضرت اوستاد و مرشد زادہ جانشین مرشدین کو خود غرض و خود نما بناکر
اپنے کمال ارادت کا ثبوت دے ہی دیا پھر اسی پر اکتفا نہ کی بلکہ اوسکے ساتھ اپنی عقیدت کا دوسرا
ثبوت دیتے ہوئے اپنے حضرت پیر و مرشد کی شان میں جملۂ ناشایستہ (بر سر رحمت ہیں یا بر سر زحمت)
لکھ گئے۔ مقدمہ کو خود غرضیوں کا نمونہ و خود نمائیوں کا آئینہ معترض کے سوا کون کہیگا۔

فہرست مضامین مقدمہ بھی بوکھلا کر غلط لکھ گئے کیونکہ معترضات بجائے صفحہ ۲ تا ۹ کے صفحہ ۴ تا ۹
میں ہیں اور وہ بھی صرف دو صفحہ ہیں جس میں تین خواب معترض کے حضرت پیر و مرشد برحق کے ہیں
اور ایک خواب خان بہادر منشی تاج الدین صاحب مغفور کا ہے۔

اوستاد و پیر کو برا کہنے والے کی نسبت حضرت شیخ قطب جمال ہانسوی فرماتے ہیں کہ من افتری
علی الشیخ او الخلیفۃ کذبا فھو خاسر فی الدنیا والآخرۃ ومن اذی الشیخ او الخلیفۃ
فکانما اذی اللہ و رسولہ ومن وقع فی الشیخ او الخلیفۃ لم یفلح ابدا ومن عاب علی الشیخ
والخلیفۃ فھو شر الخلیفۃ ومن انتقص الشیخ او الخلیفۃ فقد فتح علی نفسہ ابواب النار

حضرت غوث ملت شاہ تراب علی قلندر قدس سرہ کتاب شرایط الوسایط کے صفحہ ۲۹ میں
تحریر فرماتے ہیں کہ۔

در بعضی کتب دیدہ ام کہ شاگرد را باید کہ استاد را بنام نخواند و در کلام او کلام نکند و نہ نشیند در مکان
او در غیبت او و نہ در حضور او و کلام او رد نکند و پیشی و در وقت رفتن پیش او نرود و دریغ ندارد از
انواع احسان در حق استاد و اگر عدم ادب دارد برباد... و پدر نیز برابر کہ اوستاد سبب حیات روح است

و مادر و پدر سبب حیات بدن است قول ابوبکر کتانی است کہ من لم یتادب باستاذہ فہو بطال
نیز دیکھئے صفحہ " میں ہے کہ در رسالہ مبدا و معاد ست کہ آفت مرید در تعدد پیر است
و مریدے کہ جدا ازان باشد تا آنکہ آن محال است اما از پیر ہیچ چیز تبرک کردن تواند نہ از
پیر شیخ شناخت است و ازینجا است کہ حضرت ایشان میفرمودند کہ فقیر از ذلت یاران ناامید
نمیشود مگر از دو چیز یکے اختلاط دنیاداران دوم از سوء اعتقاد با پیران کہ این ہر دو مراغ
ہلاک است طالب را انتہے ۔

اب رہی مبشرات کی تحقیق و تصدیق تو اس کا انحصار انفاس زکیہ ہی پر نہیں بلکہ کافر بھی رویائے صادقہ سے محروم نہیں رہتے ملاحظہ ہو رسالہ فتح الکونین مولفہ حضرت غوث ملت صفحہ ۴۵ کی یہ عبارت "گو رویای صادقہ سنت کرامات است ...... در مومن و کافر باشد"

ظاہر ہے کہ جب رویای صادقہ کیلئے مومن کی بھی تخصیص نہیں بلکہ کافر کیلئے بھی ممکن ہے اور مومن بھی ان مبشرات کیلئے مخصوص ہے پھر مبشرات کی تصدیق نہ ہو سکنا کیا معنی یہ تو کشف قبور سے بھی ممکن ہے اور مراقبہ سے بھی ۔

دلیل العارفین ملفوظ حضرت خواجہ معین الدین چشتی مولفہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی قدس سرہ کی پہلی قسم کے مجلس چہارم میں ہے کہ حضرت خواجہ نے فرمایا کہ ایکبار میں بصرہ میں ایک بزرگ کے ساتھ قبرستان میں گیا اور ایک قبر کے قریب میں اور وہ بیٹھ گئے وہ صاحب کشف تھے اس قبر کے مردہ پر عذاب ہو رہا تھا جیسے ہی انہوں نے اس مردے کا حال معائنہ کیا فوراً گر کر مر گئے ۔ وہ تھوڑی ہی دیر میں نمک کی طرح پگھلکر پانی ہوگئے اور بالکل فنا ہوگئے ۔ حدیث شریف میں بھی ہے کہ آنحضرت صلعم دو قبروں پر سے گذرے صاحب قبر پر عذاب ہوتے دیکھا آپنے ایک سبز شاخ بیچ میں سے چیر کر ہر ایک کی قبر پر نصب کرکے فرمایا کہ شاید جبتک یہ ڈالیاں سوکھیں انکا عذاب ہلکا ہو ملاحظہ ہو بخاری شریف پارہ پنجم ۔

یہ خیال معترض کا غلطی و نادانی پر مبنی ہے کہ (دلائل مذکورہ حضرت اولیاء کرام ؛

ہر شخص تزکیۂ نفس و تصفیۂ قلب سے کشف قبور کر سکتا ہے ملاحظہ ہو مطالب رشیدی مولفہ حضرت مولانا شاہ تراب علی قلندر قدس سرہٗ اور یہ عمل دطریقہ خاندان نقشبندیہ کا معمولہ ہے جو انکی کتب معمولات مظہری وغیرہ میں مرقوم ہے۔ شرائط الوسائط میں ہے کہ۔

در وصایای فتوحات است کہ شیخ ابوالربیع مالقی شنیدہ بود کہ مصطفےٰ صلعم فرمود کہ ہر کہ ہفتاد ہزار بار لا الہ الا اللہ گوید و نیت آزادی خود یا کسی دیگر از آتش دوزخ کند آن آزادی متحقق شود و او این ذکر کردہ بود شخصی او را بضیافت برد جوانے از اہل کشف آنجا حاضر بود در اثنائے طعام خوردن بگریست و گفت مادر خود را در دوزخ می بینم ابوالربیع در دل آن ذکر را وسیلہ نجات مادر او ساخت جوان در حال گفت الحمد للہ کہ مادر من از دوزخ خلاص شدہ۔

قطع نظر ان دلائل کے اگر محض لفظ کشف کے لغوی و اصطلاحی معنی پر غور کیا جاتا تو مسئلہ بالکل صاف تھا کیونکہ کشف کے معنی ہی یہ ہیں کہ پردہ اوٹھ جائے اور حقیقت کما ہی کھل جائے فکشفنا عنک غطائک فبصرک الیوم حدید

قولہ صفحہ ۹ لغایۃ ۱۲ میں حضرت مصنف کے اساتذہ کے اسماء ہیں مگر اس خوبی کیساتھ کہ صاحبزادگان کے اسماء نہیں لکھے گئے اسواسطے کہ روشنی الازہر سے متصل روشن الازہر ہے **مشتمل** صاحبزادگان حضرت مصنف کا نام ہمزہ کی حیثیت ... گناہ کبیرہ سے بڑھ ہوا تھا۔ در ایسا شخص جو متبع شریعت ہو وہ ایسا سخت ... کہ لہٰذا قطع نظر کی گئی اور صفحہ ۱۱ لغایۃ ۲۳ حضرت مصنف کے اپنے حالات سے دیگر اضافات اور صفحہ ۲۴ لغایۃ ۲۶ حضرت مولف تکملہ کے واقعات سے تشبیہات غیر ضروری ہیں۔

صفحہ ۹ لغایۃ ۱۲ تک حضرت مصنف کے اسماء اساتذہ نہیں بلکہ حالات اساتذہ ہیں تا ہیں حضرت صاحبزادگان مصنف کے اسماء یا حالات کیسے لکھے جا سکتے ہیں جو بے محل ہوتے ! ... واقعی گناہ کبیرہ سے بڑھے ہوئے تھے کیا حضرت مصنف نے اپنے صاحبزادگان سے بھی کچھ پڑھا تھا اگر معترض نے اوس کے متعلق کوئی جدید تحقیق بہم پہونچائی ہے تو اوس سے ہمیں بھی مطلع کرنا چاہیے تھا مگر غالبا ایسا نہ ہوگا بلکہ شدت غضب و بدحواسی میں قلم سے ایسا نکل گیا لیکن نظرثانی و تصحیح کاپی

دیر روٹ میں اوسکی اصلاح کردینا چاہتی تھی تاکہ ایسی فاش غلطی پر خفت نہ اوٹھانا پڑتی شاید یہ لکھنا منظور
ہوگا کہ نتیجہ و فیض نعایۂ مبتلی میں حضرت مصنف کے تلامذہ کے اسماء ہیں مگر یہ بھی غلطی ہے کیونکہ اس
کی عبارت یہ ہے کہ "تلامذہ حضرت ایشان بسیار شدند اکثر از انہا فاضل جید ذی استعداد
و صاحب تصنیف اسامی ہمہ معلوم نشدند مگر آنانکہ کتب درسیہ تمام کردند یا تیسر فراغ
رسیدند و نقیر حقیر را بطریق معتبر معلوم گشتند اینجا مینویسد علاوہ حضرات صاحبزادگان ایشان
الخ" خیر جملہ کے لکھنے کے بعد کوئی خاص ضرورت اون کی ناموں کی تصریح کی محسوس نہیں
ہوتی تھی کیونکہ خطبہ کتاب میں اون کے نام بطور براعت استہلال آ چکے تھے ہاں اگر ذکر اسماء تلامذہ
میں یہ جملہ ہوتا تو قابل اعتراض بھی ہو سکتا تھا۔

اور ان الفاظ متقن و مشتمل سے کون ایسی نئی بات پیدا کر دی جو اس طرح فضول استعمال
کئے گئے جس سے کوئی معنی پیدا نہو سکے حق یہ ہے کہ بیجا آگہندی و تکرار بھی معترض کی ذات واہیات
کنترین انام پر ختم ہے۔

اور حضرات مصنف و مولف کے حالات و واقعات میں کون اضافات و تحشیات غیر
ضروری ہیں اگر اون کی تشریح بھی ہو جاتی تو بہتر ہوتا تاکہ اون کی نسبت بھی کچھ عرض کیا جا سکتا
غالباً اون واقعات کی طرف اشارہ ہوگا جس سے حضرت مصنف کی عنایت و توجہ حضرت مولف
کے حال پر ظاہر ہوتی ہے یا جس سے حضرت مولف کا علو شان معلوم ہوتا ہے تو البتہ یہ واقعات
ایسے ہیں جنکی تردید معترض کیلئے بلحاظ نہی الاعمی ضروری ہے اور یہ باتیں ایسی ضرور ہیں جو حاسدین
کے لئے وہی اثر رکھتی ہیں جو آیات متبرکہ بھوت کے لئے یا اذان شیطان کے لئے۔

قولہ ناظرین عقیدت گزین و شائقین ارادت آگین قابل ملاحظہ و لائق مطالعہ ہے کہ وہی ظاہر
فی ماثرہ نقشبندیہ مقدس کتاب اور مولف اسکے بیمثل و لاجواب جنہوں نے کتاب ہذا محض اس غرض
سے تصنیف کی تھی کہ حلیہ ظاہر سنہ عرفاء معاصرین پر جس قدر اعتراضات کئے ہیں اون کے مدلل
و مفصل جوابات دئے جاویں اور صنعت ناشناسائی علمی کی تنقید کیجائے اس اعتبار سے یہ کتاب اپنی آپ

مقتدیٔ مدظلہ کا مرید و شاگرد ہونا اس امر کی بہترین دلیل ہے کہ حضرت مصنف کے خلیفہ و قائم مقام یہی حضرات تھے اور ہین ان امور کو تخشیات و اضافات کہنا معترض کے سوا اور کسی کا کام نہین کیا اس امر مین معترض اور ان کے بزرگون کی کوئی خاص مصلحت تھی شاید بحالت ارادت و تلمذ استاد و مرشد کو برا کہنے مین ثواب اخروی و دنیوی تشہیر کی زیادہ توقع ہے اور محض بلحاظ قرابت گالیان دینے مین کوئی خاص فائدہ نہین۔

قولہ آغاز ۱۳۳۳ھ مین عرس شریف مین مجمع سے چند مریدین طریقہ نے آکر بیان کیا کہ ایک کتاب شائع ہوئی ہے نام اس کا نفحات العنبریہ ہے اس مین مولف نے نہایت شرح و بسط سے اپنی جد محترم مولانا شاہ واجد علی قلندر کا حال لکھا ہے مجھے اس کا یقین نہین ہوا اس واسطے کہ سنت قدیمہ کے خلاف تھا مگر جب معدودی چند اشخاص نے اپنا مشاہدہ بیان کیا اوس وقت تعجب ہوا کہ سنت قدیمہ کے خلاف کیون کیا گیا مگر اس کی ساتھ ہی خیال آیا کہ عالی دماغ حضرات ہمیشہ ترقیات کرتے رہتے ہین اسی بنا پر کوئی بدیہ صورت انتفاع کی قرار دی گئی ہوگی، من سے خالی نہین بعد عرس برادر دینی منشی عبدالرحیم لکھنوی معہ قیمت کتاب حضرت وارث الانبیار مجہد اللالیا کی خدمت مین بھیجے گئے مگر بمقتضائے حکمت و مصلحت کمترین شرف زیارت سے محروم رکھا گیا جواب یہ ملا کہ جسقدر کتابین آئی تھین سب تقسیم ہوگئین دوبارہ آنے پر دیجائے گی مجکو ذوق و شوق مطالعہ کتاب نے اسقدر مجبور کیا کہ ندری توقف بھی گوار نہوا الغرض اراد اللہ شیئا فہیا لہ اسبابہ کے مطابق کتاب مذکور بلا قیمت ایک محب خالص نے مرحمت فرمائی مین اونکا مشکور ہون۔

نفحات العنبریہ مین واقعی معترض کے جد محترم کا حال بوجہ فیہ نظر کے نہ لکھا جانا چاہیے تھا مگر چونکہ اس مین علاوہ حضرات پیران سلسلہ کے اور ون کے حالات بھی تھے اس لئے اسی ضمن مین مناسب الفاظ مین اون کا حال بھی لکھ دیا گیا جسے منصف ناظرین دیکھ کر خود ہی فیصلہ کرلین گے کہ کیا لکھا گیا ہے اور یہ تحریر خلاف سنت قدیمہ کے کب ہے کیونکہ اون کا حال خلفاے حضرت مقتدای جہان مین نہ معترض کے حضرت پیر و مرشد نے کہین لکھا اور نہ اب نفحات مین لکھا گیا۔

ہے اور چونکہ خود معترض کو اس کی عادت ہے لہذا دوسرون کو بھی ایسا ہی خیال کرتے ہیں چاہیے
تو یہ تھا کہ وہ سب واقعات ثبوت مین پیش کر دیئے جاتے تاکہ حقیقت تصرفات و ماہیت تخمینات
ظاہر اور صحت و واقعیت کی کیفیت معلوم ہو جاتی ؎

نیک بجوئی عیوب دیگران　　　چون رسی بر عیوب خود کوری ازان

قولہ حضرت شیخ المشایخ مولانا شاہ تقی علی قلندر اور آپکے خلف الرشید مولانا شاہ [illegible] احمد علی
قلندر کے حالات اگرچہ غیر واقعی اور مذمت صریحی کی صورت مین ہین مگر مین با اینہمہ مولف
نفحات کا مشکور ہون بدو وجہ اول یہ ہے کہ اونھون نے تذکرہ تو کیا دوسری اس سبب
کہ اونھون نے اپنی عقاید کا کافی اظہار کیا ہے اور مصلحت یہ ہے کہ تحریری حجت سے ب
[illegible] ہے زبانی قول تسلیم ہے زبانی ارشادات جسقدر ہین ان سے انکار ممکن ہے لیکن تحریری
احکامات و مضامین سے علیحدگی دشوار ہے۔

نفحات العنبریہ مین جو حالات حضرت مقتدای جہان اور معترض کے جد امجد کے لکھے گئے
ہین وہ عالم تکرار مین کوئی اونھین پڑھکر یہ کہہ سکتا ہے کہ ان مین فلان فلان جملے صریحی مذمت
کے ہین اگر خوف طوالت نہوتا تو دونون حضرات کے حالات اوس مین سے یہان نقل کر دیئے
جاتے تقریباً [illegible] صفحہ مین حال حضرت مقتدای جہان کا اور دو صفحہ مین حال معترض کے جد
بزرگوار کا ہے ان اٹھائیس صفحہ مین سے جس جس مضمون سے مذمت صریحی کی صورت ظاہر ہوتی
ہے [illegible] کرنا تھا مگر واقعہ تو یہ ہے کہ خوشامد ہی پر اوس کو رکھا گیا ہے اصلی غرض کچھ نہ کچھ لکھدینا
ہے [illegible]۔

معترض [illegible] مولف نفحات کا مشکور ہونا [illegible] تھا مگر وہ کیا مشکور ہون گے یہ تو اون کی
سرشت ہی مین نہین اپنے ملک بزرگون ہی کے حسن سلوک و احسان کے جن کے دو ازدہ [illegible]
[illegible] مشکور نہ ہوئے [illegible] کے ممنون کیون ہونے لگے۔ وہ مشکور ہونے کے
[illegible] بھی نہ خوب [illegible] سکے۔

قولہ صفحہ ۱۷ جواب ہذا اب تک شایع ہو جاتا مگر تعویق محض اس سبب سے ہوئی کہ ۱۳۳۵ھ تا غایتہ
۱۳۳۸ھ بیچ ضیق کی شکایت رہی اور دورے متواتر ہوتے رہے انکی صعوبت و کلفت نے
مجبور کر دیا اور مجبوری مشاہدہ عالم تھی عذر بارد کی صورت نہ تھی آغاز ۱۳۳۸ھ سے کسیقدر
سکون ہوا رفتہ رفتہ طبیعت درست ہوئی حتیٰ کہ یکم ربیع الثانی ۱۳۳۸ھ روز سہ شنبہ کو نماز عصر کے
بعد کمترین عام نے قلم ہاتھ میں لیا اور جواب لکھنا شروع کر دیا ۔
لفظ جواب اُس وقت لکھنا چاہیے تھی کہ جب نفحات العنبریہ وغیرہ میں کچھ اعتراضات کئے
جاتے یہاں پر لفظ اعتراضات لکھنا تھا مگر چونکہ ابتدا ہی سے اپنی مظلومیت کا نوحہ پڑھا جا رہا ہے
اسلئے بلحاظ موقع صحیح لفظ کے استعمال سے بھی حذر کیا گیا ۔

چو لشکر برون تاخت خصم از کمین　　　نہ انصاف ماند نہ تقوی نہ دین

بجز وجہ تعویق بھی ایسی سچ لکھی جس کے متعلق سوا اس کے کیا کہا جائے کہ اس جھوٹ میں کیا سچ ہے ۔
کتاب نفحات العنبریہ دیکھتے ہی رسالہ لکھا جانا شروع ہوا جواب پانچ سال کے بعد چھپ پایا
مگر اظہار قابلیت کیلئے اتنی کم مدت لکھدی معترض کا یہ دعویٰ اپنے رسالہ کے صفحہ ۱۵ سطر آخر کے
بالکل متضاد ہے جس میں معترض نے بالکل اس کے خلاف یہ لکھا ہے (عرصہ چار سال کا ہوا)
جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ معترض نے یہ رسالہ مقدمہ تصحیح کمیوٹ کے چند سال بعد ۱۹۲۰ء
میں جبکہ نفحات العنبریہ شایع ہوئی لکھنا شروع کیا یہ مقدمہ ۲۶ اپریل ۱۹۱۶ء بر بنائی رپورٹ
پٹواری شایع ہوا اور ۱۳ اکتوبر ۱۹۱۶ء معترض کے بازداید پر ۲۰ دسمبر ۱۹۱۶ء کو فیصل ہو گیا
اس لئے خود یہ تحریر ہی ثابت کرتی ہے کہ معترض نے اس رسالہ کو ۱۹۲۰ء ہی میں لکھا اظہار قابلیت
کے اور بھی طریقے ہیں خود معترض کا رسالہ بہترین ثبوت قابلیت ہے اوس پر یہ جھوٹ لکھکر اور چار چاند
لگانے کی کیا ضرورت تھی ۔

چار سال متواتر ضیق کی صعوبت و اذیت برداشت کرنا ہر ایک کا کام نہیں ناحق اتنی
اذیت گھر بیٹھے اوٹھائی اگر بغرض تبدیل آب و ہوا و بخیال صحت اضلاع یوپی کی سیر کرتے تو یہ

غیرتیست کہ آوازۂ منصور کہن شد — من از سر نو جلوہ دہم دار و رسن را

آوازۂ منصور کو تازہ کرنے کی آرزو بھی تعجب انگیز بلکہ مضحکہ خیز ہے کیونکہ دار و رسن کیلئے بڑا کلیجہ چاہیے تم عشق کے ہر بوالہوس را بر سر دار آورد۔ ہان اگر اس سے صرف دعوی نانیت مراد ہو تو بظاہر کوئی نقصان نہین کیونکہ اُس مین سیدتک کا بھی اندیشہ نہین۔

قولہٗ تمہید مع التمثیل۔ مدارج و مراتب عطیات ربانی ہین اُن کے حصول سے انسان عاجز و قاصر ہے مگر چونکہ تفوق و جلب منفعت کا مادہ ودیعت کے طور پر فطرت انسانی مین داخل ہے لہذا مدعای دل و منشای قلبی یہ ہوتا ہے کہ ہم اپنے معاصر سے تفوق حاصل کرین اور معاصرین سے گوی سبقت لیجائین اگر یہ خواہش جائز حدود کے اندر ہوتی ہے تو نوبت تعرض نہین آتی مگر معرکۂ ترقی و معرضۂ تفوق و بزرگی مین آکر جائز حقوق کو مدنظر رکھنا نہایت دشوار بلکہ قریباً محال ہے اس واسطے جرح و قدح کی صورت پیش آجاتی ہے۔

قبل اس کے کہ اس عبارت کی غلطیان دکھائی جائین اگر بالفرض اسے صحیح بھی مان لیا جائے تو اس عبارت کا ماحصل جو کچھ ہے وہ معترض پر لفظاً بہ لفظاً صادق آتا ہے یعنی چونکہ معترض بقول خود مدارج و مراتب کے حصول سے قاصر ہین اسلئے اون کو فطرت نے مجبور کیا اور وہ معرکۂ ترقی و برتری و معرضۂ تفوق و بزرگی مین آکر جائز حقوق کو مدنظر نہ رکھ سکے اور لایعنی دعوی کرنے لگے چنانچہ کتاب مسائل العشرت فی خصائل الفطرت مین معترض نے بوقت طباعت کتاب مذکور فطرت سے یہ دو شعر ؎

جانشین شاہ ما مولای ما — حضرت اکرام علی شیخ رشید
کرد تصحیح و توضیحش تمام — بے نظیر و بہتر از دید و شنید

مولوی مظفر احمد صاحب کی مصنفہ تاریخ مین خود اضافہ کرکے چھپوا دی جسکو مصنف تاریخ نے لوگون سے صرف بیان ہی نکیا بلکہ باین عبارت لکھا بھی کہ (تاریخ کے چھٹے نسخے بعد حافظ اکرام علی صاحب نے یہ دو شعر خود تصنیف کرکے باطرز جدید کے بعد بڑھا کر طبع کرا ئے

ہیں میرے نہیں ہیں بے

کار پاکان را قیاس از خود مگیر — گرچہ ماند در نوشتن شیر و شیر

اپنی فطرت پر دوسروں کو قیاس نہ کرنا چاہیے جیسا کہ حدیث سے ثابت ہے کل مولود یولد علی الفطرۃ فابواہ
یہودانہ او ینصرانہ او یمجسانہ (رواہ البخاری) تو مدارج و مراتب کی تشریح ہونا چاہیے تھی کہ اس سے کون مدارج و مراتب ہیں
یہ کہ ان کی حصول سے انسان عاجز و قاصر ہے یہ دعویٰ بلا دلیل ہے وہ موہبت الٰہی ہے
جس کے کسب و حصول سے بندہ عاجز ہے جب معترض کو مدارج ہی نہیں معلوم تو مواہب کیا معلوم
ہوں گے مدارج و مراتب انسان ہی کیلئے قائم کئے گئے ہیں چنانچہ ملاحظہ ہو یہ آیت کریمہ یرفع اللہ
الذین آمنوا منکم والذین اوتوا العلم درجات ۔ واللہ بما تعملون خبیر ۔ اور ان کے حصول
کیلئے ہر ایک کو کسب و سعی کا حکم دیا گیا ہے جس پر یہ آیات شاہد ہیں لیس للانسان الا ما سعی ۔ ولکل
درجات مما عملوا وما ربک بغافل عما یعملون ۔ ومن یرد ثواب الدنیا نؤتہ منہا ومن یرد ثواب
الآخرۃ نؤتہ منہا وسنجزی الشاکرین ۔ ان الذین آمنوا وعملوا الصالحات کانت لہم جنت الفردوس ۔ فمن کان
یرجو لقاء ربہ فلیعمل عملا صالحا ۔ والذین جاہدوا فینا لنہدینہم سبلنا ۔ ان آیات سے ظاہر ہو گیا کہ ہر طبقہ کے
لوگوں نے اسکے حصول میں اپنی عمریں صرف کردیں اور کرتے ہیں اگر مدارج و مراتب کے حصول
سے عجز و قصور ہوتا تو ہر شخص ۔ ہاتھ پر ہاتھ رکھے بیٹھا رہتا اور کسب کمال کن کہ عزیز جہاں شوی
کے مقولہ کو بے معنی و مہمل سمجھتا ۔

تمہید ودود تعلق جب منقصت اتنا بھی خوب ہو اور نہایت سلیس بے معنی اور ودیعت
کے طور پر فطرت انسانی میں داخل ہونگا بھی فقرہ اس سے کم نہیں حق یہ ہے کہ عربی و فارسی زبانیں
بے شک [illegible] زبانی کی شائق تو تھی ہیں مگر زبان اردو بھی ایسی بدزبانی سے کچھ کم مجروح نہیں
خیر [illegible] کی خوبیوں سے تو بھرا ہوا ہے کہ تک اصلاح دیباچۂ معرکہ کے متعلق
[illegible] شب چشمہ نور ذرہ با گندہ بر وزہ اگرچہ گندہ ہمہ ایجاد بندہ ۔

قولہ [illegible] خوش [illegible] حضرت عارف باللہ صاحب سرمولانا مولوی شاہ محمد کاظم قلندر [illegible]

مرقدہ الاطہر مین ذات جامع الکمالات حضرت مولانا مولوی شاہ تقی علی قلندر اسلاف کیلئے
موجب ناز اور اخلاف کیلئے باعث اعزاز گذری اور اسی بنا پر جو ترقی اور بزرگی آپ کو
میسر ہوئی اوس سے آپ کے تمام معاصرین اور اخلاف محروم ہیں اور چونکہ وہ حقہ خاص
حضرت موصوف کی اولاد احفاد کا تھا دوسرون کو کوئی علاقہ ور بنا استحقاق نہ تھا اسلئے
اوس کی حاصل کرنے کے لئے اور اعقاب حضرت مذکورۃ الصدر کو محروم کرنے کے لئے حضرت
مولانا شاہ علی اکبر قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے کل جدید لذیذ پر نظر کرکے متعدد سوالات پیدا کئے
مگر چونکہ وہ سب زبانی ہین اس واسطے اون سے قطع نظر کیجاتی ہے اور ارشادات تحریری
حضرت فخر الکاملین کے احفاد کے پیش کرتا ہون جو مقلدانہ حیثیت سے ہین جیسے ان کا تعلق خاص
و اولاد تقویہ کی بے تعلقی کی ہے اور اُس کے جوابات عرض کرتا ہون جن کو دیکھکر جملہ طبائع
انصاف پسند فیصلہ کرسکتے ہین کہ اصلیت کیا ہے اور کیا لکھا گیا ہے۔

حضرت مقتدای جہان مولانا شاہ تقی علی قلندر قدس سرہ کی ذات بابرکات کے اسلاف
و اخلاف کیلئے مایہ ناز ہونے مین کس کو کلام ہے مگر یہ قول کہ جو ترقی انہین میسر ہوئی اون
سے اون کی تمام معاصرین و اخلاف محروم ہیں (تشریح طلب ہے کہ معاصرین سے کن حضرات
کے نفوس قدسیہ مراد ہین آیا حضرت قطب الافراد مولانا شاہ حیدر علی قلندر قدس سرہ اونکی بڑے
بھائی یا حضرت شاہ کرامت علی قلندر کاکوروی یا کوئی اور بزرگ اس امر کے قائل تو ہر گز نہ تھے
کہ جو ترقی اون کو میسر ہوئی اُس سے اون کی تمام اولاد محروم رہی مگر الحمدللہ کہ اب
معترض بھی اپنی اس تحریر سے ہمارے ہمخیال ہو گئے مگر یہ امر تسلیم کرنے کے بعد پھر یہ نہین لکھنا چاہئے تھا کہ
(چونکہ وہ حقہ خاص حضرت موصوف کی اولاد کا تھا) اسلئے کہ اول تو یہ پہلی قول کے
خلاف پڑتا ہے دوسرے وہ ترقی و بزرگی کوئی جائداد منقولہ یا غیر منقولہ نہ تھی جس مین اولاد کا
حصہ متصور ہوتا وہ اونکی ذاتی وجاہت تھی اور ظاہر ہے کہ کسی کی ذاتی وجاہت و شہرت جو بوجہ
علم و فضل یا اور کسی وجہ سے ہو اُس کی اولاد کا حقہ و ترکہ نہین ہو سکتی پدرم سلطان بود مارا چہ؏

کی اگر معترض اپنی گریبان مین سر ڈالین تو ایسا الزام انہین ایسو پر عاید ہوتا ہے کیا یہ آیہ کریمہ کبھی خود سے نہین پڑھی کہ ان الذین یاکلون اموال الیتامی ظلما انما یاکلون فی بطونہم نارا وسیصلون سعیرا۔

قولہ ثانی اس کے کہ اوس کا اظہار کرون یہ عرض کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ میرا ردی سخن حضرت مرشدی مولانا حافظ علی انور قلندر قدس سرہ الاطہر کیجانب نہین اسواسطے کہ یہ تمامی اضافات و تحشیات صاحب مقدمہ روض الازہر اور مولف نفحات العنبریہ کے ہین حضرت موصوف کو اس سے کوئی تعلق نہین اور اس کا کافی ثبوت تحریری پیش کرتا ہون اول یہ کہ مقدمہ روض الازہر اور نفحات العنبریہ کے سواکسی کتاب مین اس کا تذکرہ نہین اب ۲ حوض الکوثر تکمہ روض الازہر کی جو عبارت ہو اوس کا سیاق وسباق یہ بتاتا ہے کہ مولف مقدمہ کی تالیف ہے صاحب تکملہ کی جانب عبارت محض سند و حجت کے خیال سے منسوب کی گئی ہے اور ردو بحر اس وجہ سے کہ وہ کل مضمون بے ضرورت اوس سے مقصود ذاتی حاصل نہین ہوتا بلکہ وہ مجموعی حیثیت سے میرے ہی لئے دلیل و حجت ہے اور ایسی فاش غلطی حضرت مرشدی سے نا ممکن تھی کہ کسی امر کا دعوی کرین اور وہ یون ہی بلا دلیل چھوڑ دین اور دلیل بھی ہو تو خلاف مدعا ٹھہرے البتہ صاحب مقدمہ اور مولف نفحات کی یہ روش ضرور ہے اور اوسی سے بحث منظور ہے۔

معترض کا یہ قول کہ میرا ردی سخن حضرت مرشدی کی طرف نہین تسلیم نہین کیا جاسکتا دینجالیکہ صفحہ ۱۳ سطر ۱۴ و ۱۶ رسالہ کاشف الاسرار مین جملہ سنت قدیمہ لکھا جاچکا ہے کیا اس سے حضرت مرشدی کی طرف اشارہ نہین ہے۔

اب یہ کہ تمامی اضافات صاحب مقدمہ و مولف نفحات کے ہین حضرت موصوف کو اس سے کوئی تعلق نہین اور نہ مقدمہ روض الازہر و نفحات العنبریہ کے سوا کہین اس کا تذکرہ ہے یہ دعوی بھی بلا دلیل ہے حوض الکوثر کے تمام مضامین معترض نے حضرت پیر و مرشد کے لکھے ہوئے مانا دل مین کوئی اضافہ عربی عبارت کے ترجمہ اور اشارات [illegible] کی تشریح [illegible]

مقدمہ کی طرف سے نہین جس کے ثبوت و تائید مین آیندہ معترض کے حضرت پیر و مرشد
کے صحایف نقل کئے جائینگے۔

مقدمہ روض الازہر و نفحات سے سوا اور کس کتاب مین ایسا تذکرہ ہوتا ان کتابون سے
زیادہ مفصل کتاب ہی کون لکھی گئی صرف کتاب انتصاح بعد تحریر تکملہ روض الازہر معترض کے
حضرت پیر و مرشد نے لکھی وس مین ایسی تذکرہ کی ضرورت نتھی کیونکہ اوس مین اولاد کا ذکر نہین
ہے بلکہ خلفا کا تذکرہ ہے۔ سیاق و سباق عبارت حوض الکوثر سے وہان مقدمہ کی تالیف ہونے کا
اظہار محض معترض کی خام خیالی ہے جس کی تردید مین وہ کوئی ثبوت تحریری یا تقریری پیش
نہین کرسکتے سیاق و سباق سمجھنا سمجھدار کا کام ہے۔ معترض کو اس سے کیا علاقہ جو شخص یہ کہے کہ
(اب رہا حوض الکوثر کی عبارت) اوس کی سمجھ سے خدا سمجھے۔

قولہ تکملہ کا مضمون ہرگز بضرورت نہین اور نہ محل مقصود کیونکہ صاحب تکملہ نے
جب مولف روض الازہر کا حال ختم کیا اور اُن کے خلفا بیان کئے تو آخر مین تحدیثاً نعمۃ جہان
انھون نے اپنا نسب و نسبت وغیرہ خود ظاہر کیا وہان علاوہ اون کے اور بزرگون کی عنایت
و نوازش کا بھی تذکرہ کر دیا یہ بات مجموعی حیثیت سے خدا معلوم معترض کے لئے کیا دلیل
و حجت ہے دیکھیی فاش غلطی اور دعوی بلا دلیل اور دلیل خلاف مدعا ہے صاحب مقدمہ
و مولف نفحات کی روش یہ کیون ہونے لگی یہ تو معترض ہی کی روش قدیم ہے اونھون نے جو
بات مستند تھی لکھدی۔

قولہ چنانچہ صاحب مقدمہ روض الازہر صفحہ ۱۵ مین تحریر فرماتے ہین۔ در انوقت یاد آمد کہ
حضرت [illegible] بر وقت حصول کتاب مختصر ارشاد فرمودہ بودند کہ افسوس صد افسوس تکملہ کہ
[illegible] کتاب مستطاب کردہ بودم بالکلیہ تلف کردہ شد و ورقی
[illegible] مستطاب نوشتہ بودم باقی نگذاشتہ شد۔ اوز صفحہ مقدمہ مین
[illegible] نسب [illegible] بمقامات مناسب ثبت کردہ ام۔

کیا اس مین بھی معترض کو کچھ شک ہے اگر ہے تو رفع شک کیلئے معترض کے حضرت پیر و مرشد کے صحائف جو جناب مولوی حبیب علی صاحب کاکوروی و حکیم مشرف حسین خیرآبادی خلیفہ خاص حضرت شاہ واجد علی قلندر کے نام ہین اور جس کا ایک فقرہ بھی اوسی صفحہ مین صاحب مقدمہ مدظلہ نے لکھا ہے بجنسہ یہان نقل کیے جاتے ہین۔

جناب قبلہ و کعبہ مولوی حبیب علی صاحب مدظلہ العالی بعد تسلیم مسنون دعا طراز ہون کہ زندہ ہون اور آپ کی خوشنودی مزاج کا خواہان اور حصول جمعیت ظاہری و باطنی کی دعا میں وقت کرتا ہون۔ ان دنون تکملہ حضرت مولانا صاحب کی کتاب کا صاف ہو رہا ہے اور کتاب مستطاب کے طبع ہونے کے سامان ہوتے ہین انشاء اللہ دو چار مہینہ تک طبع ہو جائے گی دونون حضرات کے حالات بھی مین نے لکھے ہین بڑے حضرت کی تاریخ وفات جو آپ نے موزون فرمائی تھی وہ میرے پاس سے گم ہو گئی ہے لہذا ملتمس ہوں کہ بواپسی ڈاک آپ اس کو لکھ بھیجئے باقی خیریت ہے فقط علی انور از کاکوری محررہ ۱۵ رجمادی الاخری روز شنبہ۔

جناب کرامت نصاب اخی صاحب معظم مکرم مولوی حبیب علی صاحب زاد مجدہ پس از تسلیم مسنون کریم مضمون خلاصہ ابینکہ کل ایک پوسٹ کارڈ ارسال خدمت کر چکا ہون کل بعد روانہ کرنے کے درگاہ پر گیا تھا فاتحہ خوانی کو وہان وہ تاریخ لکھی ہوئی ملی پس اب اس کی ضرورت تو چندان نہ رہی مگر ہان یہ بات کہ سابق مین عرصہ چند برس کا ہوتا ہے کہ آپ نے ایک قصہ بیان کیا تھا کہ آپ جبل پر جاتے تھے اور کلام مجید آپ کا کھو گیا تھا وہ پھر ملا تھا بڑے حضرت کو آپ نے بچشم سر مشاہدہ فرمایا تھا اس پتہ سے آپ یاد رکھتے ہین پورا قصہ امید کہ یہ ساری سرگذشت اور جو جو کرامتین بڑے حضرت خواہ چھوٹے حضرت کی آپ کی علم مین ہون یا آپ کے ساتھ واقع ہوئی ہون آپ شفقت فرما کر ضرور ضرور اون کو قلمبند کر کے بذریعہ ڈاک دو ہفتہ مین مجھے مرحمت فرمائیے کہ مین درج ملفوظات شریف کر دون گا اور آپ کی ممنون و برادر نوازی کا ممنون ہون گا اور جو صاحب معتقدین درگاہ مین ہون وہ بھی موافق ایش

چھپوا دُ او نھون نے اسکا انتظام شروع کیا اور کاغذ خرید کر کے اوسکی تصحیح مولوی حفیظ اللہ اعظم گڈہی
کے سپرد کی اونھون نے چند دنون تصحیح کی تھی کہ اوسی اثنا مین وہ لکھنؤ سے کہین اور ملازمت پر چلے گئے
اور یہ کتاب جیسی تھی ویسی رہی اوسی زمانہ کا واقعہ ہے کہ منشی صاحب نے جس جگہ وہ کتاب
رکھی تھی بھول گئے اور جب کتاب اور مقامات پر تلاش کرنیسے نملی تب اونھون نے اپنے بھانجے
شیخ محمد شفیع صاحب پر یہ الزام لگایا کہ یہ شفیع کی حرکت ہے یہی اوسے چرا کر حافظ شاہ علی انور صاحب
کو دے آئے چنانچہ شیخ محمد شفیع صاحب جو اوس زمانہ مین وہین رہتے اور پڑھتے تھے کاکوری چلے آئے
اور یہان چند دنون رہکر بھوپال بغرض ملازمت چلے گئے اونکے بھوپال جانیسے قبل ہی یہ کتاب بھی ملگئی
چنانچہ بعد اسکے ملجانیکے جب منشی اطہر علی صاحب کاکوری آئے تو مولوی ناصر علی صاحب تحصیلدار
نے انھنا تذکرہ مین اونسے یہ کہا بھی کہ یہ چوری بھی عجیب و غریب ہوئی چور کاکوری مین اور مال سرقہ
ملا لکھنؤ مین اس واقعہ کے جاننے والے منشی احمد علی شوق رامپوری بھی ہین جو حضرت مولف کتاب کے
مرید تھے وہ بھی اوس زمانہ مین اونھین کے یہان رہتے تھے بیان کرتے تھے کہ مجھ پر بھی اسی کے ساتھ یہ
الزام لگا تھا کہ انہین نے کتاب شفیع کو دی چنانچہ یہ سنکر جناب مولوی واجد صاحب غصہ مین
مجھے مارنے اوٹھے تھے آخر وہ کتاب پھر اونھین کے کتب خانہ مین نکلی یہ قصہ اب بھی شیخ محمد شفیع صاحب
وغیرہ واقف کار اصحاب سے دریافت ہو سکتا ہے۔

پھر اسکی تصحیح منشی اطہر علی صاحب نے جناب مولوی امجد علی صاحب کے سپرد کی اور اونھون
نے چند اجزا اوسکی تصحیح بھی کی دوران تصحیح مین ایک روز انکو ایک عبارت کا پتہ نہین چلتا تھا تو اونھون
نے صاحب تکملہ یعنی مترجم کے حضرت پیر و مرشد سے پوچھا کہ یہ کس کتاب کی عبارت ہے اور لوامع الاشراق
کون سی کتاب ہے اور تمہارے کتب خانہ مین ہے یا نہین اونھون نے فرمایا کہ یہ عبارت اخلاق جلالی کی ہے
اور اوسی کا دوسرا نام لوامع الاشراق ہے مین اوسے آپ کے ملاحظہ کے لئے بھیجے دیتا ہون پھر وہان
سے آکر حضرت مولف مقدمہ مدظلہ سے یہ واقعہ بیان کر کے فرمایا کہ بابا کی کتاب کی تصحیح نہ مولوی
حفیظ اللہ سے ہو سکتی ہے نہ امجد چچا سے اسکی تصحیح سوا میرے بفضل اللہ اور کوئی نہین کر سکتا

بعد وفات حضرت شاہ واجد علی قلندر، حضرت فخر الکاملین منشی المهدی علی صاحب نے مولوی امجد علی صاحب کے مشورہ سے یہ طے کیا کہ اب یہ کتاب جناب حافظ صاحب کو دیدینا چاہئے کیونکہ وہی اسکے اہل ہیں چنانچہ بذریعہ مولوی امجد علی صاحب وہ کتاب معترض کے حضرت پیر مرشد کو ملی اول تو اس واقعہ کو غیر ضروری سمجھ کر صاحب مقدمہ مد ظلہ نے مفصلاً لکھا نہیں پھر اس پر تماشا یہ ہے کہ اسکے متعلق لکھا جاتا ہے کہ وہ ایسکا شان نزول اسقدر رنگ و شان کے ساتھ ہے کہ العظمۃ للہ) اب یا تو معترض کو بمقتضای فطرت روض الازہر کا یہاں سے شایع ہونا شاق ہوا یا اوس کے صحیح مضامین اپنی آیندہ بہبودی و مقاصد کے لئے مضر سمجھے گئے جن سے تلودن سے وہ تک ایسی آگ لگی کہ جل بھن کر جھوٹ ہی جھوٹ جہان تک ممکن ہوا لکھ مارا گیا۔

علاوہ اسکے جملہ وہ بجائے بیجا ئے بود، سے معترض کو اگر سوزش پیدا ہوئی ہے تو وہ بمقتضائے فطرت و طبیعت ہے ورنہ معترض کے جد امجد کا منشی صاحب کو روض الازہر دیدینا نہ درمصداق وضع الشئی فی غیر موضعہ تھا بہتر تو یہ تھا کہ وہ اپنے پاس رکھتے ورنہ حضرت مولف کتاب ہی کے کسی شاگرد و مرید خاص کو دیدیتے سی قصبہ کاکوری میں اوسوقت ایسے متعدد حضرات موجود تھے جو حضرت مولف کتاب کے علاوہ مرید ہونیکے شاگرد مخلص و مسترشد بھی تھے۔

قولہ تمثیل دوم - دوسری تمثیل اول سے بھی بڑھی ہوئی ہے حالانکہ اول کو دوم پر فوق ہوتا ہے۔

مگر یہاں دوسرے نمبر کو پہلے پر فوق ہے جس طرح کہ استاد کا مرتبہ مرید سے اعلیٰ ہوتا ہے اور شیوخ کا درجہ مستفیض و مسترشد سے فوق رکھتا ہے مگر یہاں اس ضابطہ اور قاعدہ کلیہ کے برعکس حصول مرتب ہیں چنانچہ صفحہ ۲۲۲ نفحات العنبریہ میں ہے، وس دالان پر جس میں آپ آخر تک رہے شیخ فضیل علی صاحب نے کمرہ بنوا دیا جس زمانہ میں وہ کمرہ بنتا تھا تو حضرت غوث ملت نے خواب میں دیکھا کہ جناب رسالت مآب مع دوزن کے ساتھ ٹوکری سر مبارک پر رکھکر بلا ناغہ برسنے رہتے ہیں - یہ کمرہ کوٹھے پر جانب مغرب ہے اسمیں تبرکات وغیرہ رہتے ہیں اسکو یہ شرف حاصل ہوا کہ اسکی تعمیر مثل کعبۃ اللہ شریف کے ہوئی بلکہ اس سے بھی فوق سے گئی سوچئے

کہ تعمیر کعبۃ اللہ میں حضور اقدس صلعم نے مزدوروں کے ساتھ رہے اور خود مزدوری کی نعوذ باللہ من ذلک

پیغمبر ع حضرت شاہ تراب علی قلندر کی جانب منسوب کیا گیا ہے اگر بجائے حضرت ممدوح کے حضرت

مولانا عبدالعزیز مکی قلندر کی جانب نسبت دیجائی تو بھی قابل قبول نہیں ہوسکتا اسواسطے کہ شرعاً و

طریقتاً دونوں ناروا ہے۔

اس دوسری تمثیل کی تہیہ کتنی برجستہ ہے واقعہ یہ ہے کہ معترض کو مہمل نویسی میں خاص ملکہ ہے
جو واقعہ اسقدر اہمیت سے بڑے پیرایہ میں لیجایا گیا ہے اور اوس سے معاذاللہ توہین ثابت کرنا چاہی گئی
ہے یہ خاص دلیل نافہمی کی ہے۔

بنا خوب تر صورت شرح داد کہ بد مرد را نیک روزی مباد

یہ واقعہ اوسی کتاب مجاہدات الاولیاء میں بصفحہ ۱۵۱ خود حضرت مولف کتاب کے ہاتھ کا لکھا ہوا حاشیہ
پر موجود ہے جو نفحات العنبریہ کی فہرست ماخذات میں بصفحہ ۴ سب سے آخر سطر میں درج ہے جس کو
شک ہو اصل کتاب اگر دیکھ سکتا ہے یہاں پر وہ اصل عبارت نقل کی جاتی ہے۔

در باغ مقابر جدی خود کہ ملحق از تالاب است یک حجرہ تنگ و تاریک فرمایش کردند دو حجرہ

یک دالانے پختہ معہ چار دیواری پختہ و یک حجرہ چنانکہ میخواستند تیار کنانیدہ داد ازان وقت

سکونت آنجا مقرر شد شب و روز معہ چند خادمان بہمانجا بودند بلکہ تمام تا آنجا می کردند چون کثرت خادمان

و مسافران بسبب جاہ و جلال بہار اہ بسیار شدند خواستند کہ مکانے برائے این داعی ساختہ خود

ہمانجا باشند و مردم دیگر در دالان ایام گرانی بود کہ شیخ فضل علی بالا خانہ تیار کنانیدہ دادند پس تا آخر

عمر سکونت حضرت ہمانجا ماند ہنگام تیاری آن مکان فقیر کہ خورد سالہ بود دید کہ پیغمبر علیہ السلام مثل

مزدوران گل گرو بر سر نہادہ ببالا خانہ می برند مردی گفت کہ این پیغمبر علیہ السلام اند کہ بر سر گل و میدارند کہ

بجا آید پس تو ہم بجا آوردم چون این واقعہ بحضرت صاحب بیان کردم بسیار خوش شدند و فرمودند

کہ این بشارتے است عظیم یقین است کہ این مکان پایدار و متبرک شود ازان وقت

تا اینکدم آن بالا خانہ قدیم ہست فقیر ہمانجا می گذارد۔

پس کسی اصل واقعہ کے نقل سے مولف نفحات پر کیا اعتراض ہو سکتا ہے کیونکہ ناقل سے تنقیح نقل کے سوا اور کسی سوال کا حق ہی نہیں خود معترض صاحب اپنی تعصب سے اس قسم کے کسی واقعہ کو سُن بھی نہیں سکتے مانا تو دوسری چیز ہے یہ وہ اپنی حالت سے مجبور ہیں اگر کتب سیر و حدیث میں آنحضرت صلعم کے حالات دیکھ سکتے تو اسکا علم ہوتا کہ آنحضرت صلعم اپنے زمانہ حیات میں اکثر غریبوں ضعیفوں کے کام خود کر دیا کرتے تھے اور اس سے آنحضرت صلعم کی کچھ بھی توہین نہوتی تھی بلکہ یہ امر آنحضرت صلعم کے مکارم اخلاق میں شمار کیا جاتا تھا پس اگر آنحضرت صلعم یا اور کوئی بزرگ اپنی کسی منتسب یا خادم کی کسی طرح سے عزت بڑہائیں تو اوس سے اونکی کیا توہین ہو سکتی ہے ؎

زقدر و شوکت سلطان نگشت چیزے کم ... زالتفات بمہمان سرائے دہقانے

کلاہ گوشہ دہقان بآفتاب رسید ... کہ سایہ بر سرش انداخت چو تو سلطانے

یہ معترض کی سمجھ کی خوبی ہے جو ایسا خیال کرتے ہیں تذکرۃ الاولیاء میں حضرت شیخ ابو اسحاق کے حال میں ہے کہ

”چون خواست کہ عمارت مسجد کند مصطفےٰ صلعم را بخواب دید کہ آمدہ بود و بنیاد مسجد می نہاد“ الخ

موجودہ زمانہ میں بھی جو کسی عمارت کا سنگ بنیاد کسی بزرگ یا حاکم وقت سے رکھوایا جاتا ہے تو کیا اس سے وہ مزدور یا معمار ہو جاتا ہے۔

اب یہ کہ تعمیر کعبہ شریفہ میں آنحضرت صلعم نہ مزدوروں کے ساتھ رہے اور نہ مزدوری کی تو معلوم نہیں کہ لفظ مزدور سے کیا معنی مراد لئے گئے ہیں جلد اول شمس التواریخ میں ہے کہ جب آنحضرت صلعم کی عمر ۳۵ برس کی ہوئی تو ایک پہاڑی نالہ کے طغیانی کے باعث خانہ کعبہ میں پانی بھر گیا اور ساری عمارت گر پڑی قریش نے پھر بنانا چاہا اور باقوم نام ایک رومی معمار کو تعمیر کے لئے مقرر کیا۔ تمام قریش پتھر ڈھوتے تھے اور آنحضرت صلعم بھی اونکے ساتھ مشغول تھے۔ جب عمارت بن چکی تو حجر اسود کو اسکی قدیم جگہ پر رکھنے کی بات باہم جھگڑا ہوا ہر قبیلہ یہی چاہتا تھا کہ یہ کام ہم کریں یہاں تک کہ تکرار ہوتے ہوتے نوبت بجدال پہونچ گئی آخر یہ قرار پایا کہ جو کوئی اول مسجد حرام میں آئے اوس سے اس کا فیصلہ کرالیا

جائے ناگاہ آنحضرت صلعم سب سے پہلے مسجد مین داخل ہوئے لوگون نے کہا۔ جَاءَ الْاَمِیْنُ
اور آپ کو اس معاملہ مین مختار کیا حضرت نے اپنی چادر مبارک بچھادی اور حجر اسود اسکی بیچ مین
رکھا اور فرمایا کہ ہر قبیلہ کا ایک ایک شخص چارون طرف سے اُسے پکڑ کر لے چلے اور اوسکی جگہ پہونچ
کر سب مجکو اپنا وکیل کر دین اور اجازت دین کہ مین حجر اسود اسکی جگہ پر نصب کر دون میرا ہاتھ سب کے
ہاتھون کا قایم مقام ہو جائیگا آنحضرت صلعم کی اس رائے سے سب خوش ہو گئے اور یہی ایسا ہی
ہوا۔ اور مسجد قبا کی تعمیر آنحضرت صلعم نے بنفس نفیس مع حضرات صحابہ فرمائی جسکے متعلق یہ آیہ کریمہ ہے کہ
لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ یَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِیْهِ فِیْهِ رِجَالٌ یُّحِبُّوْنَ اَنْ یَّتَطَهَّرُوْا وَاللّٰهُ یُحِبُّ الْمُطَّهِّرِیْنَ
اور یہ اول مسجد ہے جو اسلام مین تعمیر ہوئی غزوہ خندق مین آنحضرت صلعم نے حضرات صحابہ کے
ساتھ خندق کھودی۔

اسیطرح کے اور قصص و واقعات بھی کتب سیر و حدیث مین موجود ہین مگر افسوس کہ معترض
کو نہ تو سیر و حدیث سے خبر نہ فہم و ہوش کا قرب و جوار مین گذر خدا معلوم پھر تصنیف و تالیف کی جرأت
کیون کی۔ علمائے کرام و مشایخ عظام ایسے واقعات و بشارات اپنی یا اپنے شیوخ و اساتذہ و بزرگان
دین کے متعلق جو تحریر کرتے ہین اس سے ہرگز اون کا مقصود تفوق ذاتی و اعلای شان نہین ہوتا
بلکہ تفاخراً و تحدیثاً للنعمۃ لکھتے ہین حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے تصانیف انتباہ و فیوض الحرمین
و نفاس العارفین وغیرہ دیکھنا چاہیئے کہ اوس مین اونھون نے اپنی اور اپنے شیوخ و اساتذہ کے متعلق
کیسے کیسے واقعات لکھے ہین اسی کاکوری مین حضرت مولانا حمید الدین محدث رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق
ایک بزرگ نے خواب مین آنحضرت صلعم کو یہ ارشاد فرماتے دیکھا کہ اس عالم دنیا مین اگر مجھکو دیکھنا
منظور ہو تو حمید الدین کو دیکھو۔ یہ واقعہ معترض نے مولانا فرید الدین خان محدث کاکوروی سے
بھی سنا ہوگا۔ اس کے علاوہ ملاحظہ ہون خوابات حضرت امام اعظمؒ و دیگر اکابر متقدمین و متاخرین
مثل مولانا حسن [illegible] وغیرہم سب سے زیادہ جرأت معترض نے یہ کی کہ حضرت غوث ملت شاہ تراب علی
قلندر ہی پر اکتفا نہ کی بلکہ حضرت شیخ عبد العزیز مکی قلندر قدس سرہ کے حضور مین بھی فتوی بناحق

سید ہم کی صدا سے ہنگام بلند کردی۔ اللہ اللہ یہ حقانیت آنحضرت صلعم تو حضرات صحابہ کے متعلق یہ فرمائیں کہ

اکرموا اصحابی فانهم خیارکم یا لا تسبوا اصحابی فلو ان احدکم انفق مثل احد ذهبا ما بلغ مد احدهم ولا نصیفه

اور معترض جوش غضب میں اون پر یہ بہتان باندہیں کہ اگر صحابی کی طرف منسوب کیا جائے تو بھی

ناروا افسوس ہے

بداندیش برخوردہ چون دست یافت ۔ درون بزرگان بہ آتش بتافت

غرض اس واقعہ کی حقیقت و صلیت جو کچھ تھی وہ تو ثابت کردی گئی اب ماننا نہ ماننا یہ
معترض کی اُس عقیدت و ارادت پر موقوف ہے جو حضرات مرشدین رضی اللہ عنہم سے ظاہر
کرنے کی کوشش کیجاتی ہے۔

قولہ صفحہ ۱۸ انصوص حصول تفوق میں اس قدر غلو کہ کمال تحقیر و تذلیل حضور حتی آپ کا بھی خیال نہیں رہا

اس واقعہ کو دیکھتے ہی میرے تمام خیالات سرد ہوگئے اور وہ جوش و تعلق و تعصب جو اپنی آبا و اجداد
کی ذمت غیر واقعی سنکر دل میں پیدا ہوا تھا جاتا رہا اور تمام یکسوئی ہوگئی۔

اس نقل واقعہ سے مولف کے متعلق حصول تفوق کا خیال معترض ایسے نافہم کے سوا کون
کر سکتا ہے اور اب یہ الزام و اعتراض معترض حضرت شاہ تراب علی قلندر قدس سرہ الاطہر کی ذات
اقدس کے سوا کس پر عائد ہو سکتا ہے جو ہر حیثیت سے معترض کیلئے قابل صد احترام و ہزاران
تعظیم ہے اس اعتراض سے تو اب معترض کو اپنی عقیدت و ارادت سنبھالنا محال اور اپنی عاقبت
سنوارنا دشوار ہو جائیگی نعوذ باللہ من غضب اللہ۔

خیالات سرد ہونا کبھی اوس وقت تک ممکن نہیں جبتک مادہ رشک و حسد کا ہیجان باقی ہے۔
رہی معترض کے آبا و اجداد کی ذمت وہ ہرگز کہیں بھی نہیں کی گئی اور مولف نفحات کو تو خدا
نے اپنے فضل سے اس الزام سے بچا دیا مگر معترض کو اس بلا میں مبتلا کر دیا خیال ذمت بھی بجائے
خود مثل خیال حصول تفوق ایسا قائم کیا گیا جو اب تک ثابت ہی نہیں ہو سکا۔

قولہ حاشیہ کی آستانہ تکیہ شریفہ کاظمیہ زادہ اللہ شرفا ذکر ہے کہ بعد میرے نانہ خاندانی تواریخ اور

دودمانی طائیفہ پر پڑی سب سے اول اصول المقصود کو مین نے دیکھا اور بغور اوس کا مطالعہ کیا یہ
ایک تاریخ مقدس ہے فارسی زبان مین اس مین عموماً حضرت قلندریہ کے حالات اور خصوصاً حضرت
امام العارفین امام الکاملین مرشد مرشدان اعظم عارف باللہ ملقب بصاحب السر حضرت مولانا مولوی
شاہ محمد کاظم قلندر نور اللہ ضریحہ المطہر کے حالات ہین آپ کے خلف اکبر رحمۃ اللہ علیہ کی تالیف
شریف ہے۔ تاریخ دوم روض الازہر فی مآثر القلندر ہے جس کے مصنف مولانا مولوی شاہ تقی علی
قلندر ہین یہ صندوق سینہ کے اندر مقفل تھی اس واسطے اس کے شرف زیارت سے محرومی رہی۔
حاضری آستانہ شریفہ کے بعد سے کیا مراد ہے زمانہ تعلیم یا زمانہ فراریا زمانہ ترک ملازمت انجمن
اصلاح المسلمین وغیرہ خیر کوئی زمانہ ہو غرض اوس وقت معترض کی نظر خاندانی تواریخ دودمانی طائیفہ
پر پڑی پہلے کتاب اصول المقصود بغور دیکھی گئی مگر اس مین کوئی مفید مطلب بات نہ ملی پھر روض الازہر
کا نام سنا مگر اُس کی زیارت صندوق سینہ مین مقفل ہونے کی وجہ سے نہو سکی۔
یہ خوب کہی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ معترض کو اسی مین شک ہے کہ روض الازہر حضرت
مقتدائے جہان کی تالیف ہے بھی یا نہین۔
اور زیارت سے محرومی کا اظہار صریحی آنکھون مین خاک جھونکنا ہے قبل اشاعت روض الازہر
معترض نے اچھی طرح اوس کی زیارت کی۔ اس کتاب کی تصحیح ۱۳۲۳ھ مین شروع ہوئی
اس زمانہ مین بعد مغرب تصحیح کے وقت اکثر وہ موجود ہوتے تھے بلکہ اوسی زمانہ کا یہ واقعہ ہے کہ
روض الازہر مین حضرت سرور انبیا صلعم کے حال مین تحقیق سن وفات آنحضرت صلعم مین کلینی کا قول
جو حضرت مولف نے نقل فرمایا ہے اس پر معترض نے حضرت مولف مقدس مدظلہ سے بہت اصرار
کیا تھا کہ یہ ایک شیعی عالم کا قول ہے نکال ڈالا جائے معلوم ہوا کہ یہ رائے بھی خودغرضی پر مبنی تھی کہ اگر
ایسا ہو جاویگا تو مجھے اظہار تحریف کا موقعہ ملے گا۔ نیز اُسی کتاب کے لطیفہ نہم درذکر تاج فنا صفحہ ۲۳
سطر ۱۱ مین لفظ سعتر بری ہے اس لفظ کے حل کرنے مین دو دو روز صرف ہوئے تھے جس مین
معترض نے بھی بہت سعی لاحاصل کی تھی جس کو پھر مولوی محمد حاتم نے حل کیا تھا۔

دو برس مین تصحیح روض الازہر ہوئی تھی پندرہ ذیحجہ سنہ ۱۳۲۱ھ مین وہ رامپور چھپنے کے لیئے بھیجی گئی اوسی زمانہ مین معترض نے حضرت مولف روض الازہر کا رسالہ مختصرہ دربیان خصائل عشرہ بذریعہ رقعہ حضرت مولف مقدمہ سے مانگا جو فوراً دیا گیا اور معترض نے اوس کا غلط سلط ترجمہ کر کے چھپوا بھی دیا معترض کو اس رسالہ کی خبر بھی نہ تھی حضرت مولف مقدمہ نے اس کا تذکرہ مولوی ظفر احمد صاحب سے کیا تھا اونھون نے معترض سے جا کر بیان کیا جس پر معترض نے یہ رقعہ حضرت مولف مقدمہ کو لکھا کہ۔

جناب مولوی شاہ حبیب حیدر صاحب منتظم تکیہ شریف سلام مسنون اپنکا مسودۂ مسائل حضرت نبی خصائل عشرہ دو ایک روز کیلیئے مرسل فرمائیے فقط والسلام مع الاکرام
محمد اکرام علی از تکیہ شریف کاظمیہ کاکوری۔

معترض نے اس رسالہ کو مانگا تو دو ایک روز کیلیئے تھا مگر تقریباً ایکسال اپنے پاس رکھا۔ اور اس کتاب مستطاب روض الازہر کو معترض نے غالباً اپنی قلت فہم و قصور استعداد کی وجہ سے کبھی مانگا ہی نہیں۔

قولہ ضمیمۂ سوم متعلق بہ نوادر الانتساب ہے اس کے مولف حضرت مرشدی مولانا مولوی حافظ شاہ علی انور قلندر ہین جو بیرون سلاسل ثمانیہ کی تاریخ ہے اس کی ابتدا حضرت مولف سنہ حضرت شیخ اسمٰعیل مولانا مولوی شاہ تقی علی قلندر کے حالات سے کی ہے کیفیات باہمہ متعلقہ ... ہین سے اوس کی تکمیل الایضاح جناب مولانا مولوی شاہ حبیب حیدر قلندر کی تصنیف ہے اوس مین حضرات قلندرین کے حالات ہین اور آخر مین جدول ہے جس مین بزرگون سلسلہ کے مرقد و تاریخ وصال کا تذکرہ ہے تمام جدول مذکورہ مین خصوصاً اور عموماً ہر کتب مین حتی الوسع اس کا لحاظ رکھا گیا ہے کہ بعد اسم گرامی حضرت مولانا مولوی شاہ تقی علی قلندر کے انکی خلف رشید حضرت مولانا مولوی شاہ واجد علی قلندر کا اسم سامی ہرگز نہ آئے اس کا اہتمام معقول کیا گیا ہے۔

کتاب انتصاح دو بار چھپی پہلی مرتبہ معترض کے جد بزرگوار کی حیات مین اور دوسری مرتبہ ۱۳۲۷ھ ہجری مین معترض کے زمانہ طالبعلمی مین جبکہ وہ حضرت مولف مقدمہ مدظلہ سے پڑھتے تھے معترض نے اوس کی ایک تقریظ بھی لکھی جس مین پانچ سطر مین تو تعریف کتاب اور چھہ سطر مین القاب و آداب حضرت مولف کتاب اور تین سطر مین حضرت مصحح کتاب یعنی حضرت مولف مقدمہ مدظلہ کی تعریف ہے۔

معلوم نہین کہ اوسوقت کس وجہ سے یہ تقریظ لکھی گئی اور یہ اعتراض جب کیون نہ کیا گیا غالبًا یہ وجہ ہوگی کہ اوس وقت تک مریدین حضرت مولانا شاہ تقی علی قلندر و واقفین حالات شاہ واجد علی قلندر بہ بیشتر موجود تھے ممکن تھا کہ وہ معترض کو قائل کرتے لہذا بمقتضائے مصلحت اوس وقت سکوت کرکے اب ایک مدت کے بعد جبکہ اون مین سے چند کے سوا کوئی باقی نہین رہا معترض کو اپنے دعاوی باطلہ کے اظہار کا موقعہ ملا مگر اب بھی معترض نے عجلت کی آٹھ دس سال اور سکوت کرنا چاہیے تھا جب یہ بقیہ اصحاب بھی ختم ہو جاتے تو پھر زیادہ اچھا موقعہ ملتا مگر مجبور تھے کیا کرتے آخر قدم بقدم کس کے ہین۔

اوس کتاب سکیے جدول مین اونہین بزرگون کے سن ولادت و وفات ہین جن کے نام کتاب مین آتے ہین۔

اب یہ کہ عمومًا جملہ کتاب مین اوسکا لحاظ رکھا گیا ہے الخ تو سرے ہی سے بے بنیاد الزام ہے عمومًا جملہ کتب سے اگر معترض کی مراد اپنے حضرت پیر و مرشد کے تصنیفات و تالیفات ہین تو وہ کچھ خاندانی حالات مین نہین ہین ہمین اون کا حال یا نام لکھا جاتا اور اگر اون کے بعد کی تالیفات مراد ہین تو ان کا حال بھی ویسا ہی ہے معترض کو اولًا اون کتابون کی فہرست دینا اور پھر اون مین اپنے جد بزرگوار کا نام لانے یا تذکرہ لکھنے کا محل و موقعہ بتانا چاہیے تھا تاکہ اعتراض کی واقعیت و اہمیت کھلتی اور اگر اس سے مقصود محض تضیع وقات کرکے صفحات بڑھانا اور کچھ نہ کچھ لکھدینا تھا تو اختیار ہے مگر یہ قاعدہ اعتراض نہین ہے یہ محض کور چشمانہ نق نق

بق بق ہے۔

پھر یہ قول کہ ایضاح مین حضرات متعاقبین کے حالات ہین تو سبحان اللہ کیا عمدہ یادداشت و تحقیق ہے فن سیر و حدیث و ادب و مناظرہ مین تو جیسا کچھ دخل تھا وہ تھا ہی ب معترض نے اپنے لغوی ہونیکا بھی یقین دلا دیا متعاقب کے معنی غیاث اللغات مین از پس ہمدیگر دوندہ و از پس روندہ کے ہین متعاقبین اسکی جمع ہے۔ تو کیا حضرت شاہ عبد اللہ قلندر و حضرت شاہ خدا بخش قلندر و حضرت خواجہ حسن مودودی و حضرت شاہ علی مظہر قلندر الہ آبادی قدست اسرارہم معترض کے بزرگون کے مقتدا و شیوخ طریقت نہ تھے بلکہ متعاقب تھے انسوس پوری گلستان پڑھ گئے مگر حکایت و شکایت مین تمیز نہ آئی۔ تین حضرات مقدم تو حضرت غوث ملت شاہ زین العابدین قلندر کے شیوخ طریقت تھے اور چوتھے بزرگ حضرت شاہ حیدر علی قلندر کے پیر بیعت واجازت و خلافت تھے بعد اون کے خود انھوڑا حال حضرت فخر الکاملین و حضرت قطب الاقطاب قدس سرہما یعنی معترض اور اون کے والد ماجد کے مرشدان برحق کا ہے اوس مین کوئی موقع معترض کے جد امجد کا حال لکھنے کا نہ تھا۔

یہ کہ خاص اس کا لحاظ رکھا گیا ہے کہ حضرت مقتدای جہان کے نام کے بعد اون کی صاحبزادی کا نام نہ آئے۔ یہ خیال بھی غلط ہے کہین اس کا اہتمام نہین کیا گیا بلکہ جہان معقول و معتبر ذریعہ سے معترض کے جد امجد کا کسی سے اجازت و خلافت پانا معلوم ہوا وہان اون کا نام لکھا گیا چنانچہ ملاحظہ ہو مقدمہ فصول مسعودیہ و سوسنہ یہ فیض مسعودیہ جب تین شخص خلفاء حضرت شاہ علی اکبر قلندر الہ آبادی معترض کے جد امجد کا نام معہ وجہ بیعت لکھا گیا ہے یہ کہ ضرورت بلا ضرورت موقع بے موقع اون کا نام ضرور لکھا جائے اس خیال کا دوسرا شخص پابند نہین ہوسکتا معترض جب سے روز ہین یا سوتھ پھیلا ہین۔

قولہ ایک روز کا تذکرہ ہے کہ صاحب مقدمہ بستی سے واپس تشریف لائے تھے صاحب موصوف کے چہرہ سے کچھ استنشار و اختلال نمایان تھا مین وہین تھا جناب اخوی صاحب نے فرمایا کہ

بابا جان کا بھی عجب مزاج ہے کہتے ہین کہ تکملہ مین جنگ نانا جان کا حال نہ لکھا جائے گا
مین اوس کی تقریظ و تاریخ نہین لکھون گا سخت مشکل ہے مین کس محل پر اون کا تذکرہ لکھون
فقیر حقیر سراپا تقصیر نے اوسوقت تک نہ اصل کتاب دیکھی تھی اور نہ تکملہ کی زیارت کی تھی اور
نہ مین مخاطب صحیح تھا مین نے اوس وقت سکوت کیا بعد کو معلوم ہوا کہ تکملہ و اصل کتاب
کی اشاعت کا انتظام ہے اوسواسطے صاحب مقدمہ نے اون سے عرض کیا تھا کہ آپ
اوس کی تقریظ و تاریخ لکھین۔

حق تو یہ ہے کہ فی البدیہہ غلط بیانی معترض کا خاص حصہ ہے یہ واقعہ تمامتر ذات شریف
ہی سے متعلق ہے جو جناب مولوی امجد علی صاحب مغفور سے بوجہ اونکی مرحوم ہونیکے منسوب
کر دیا گیا تقریظ کے متعلق معترض ہی سے ذکر آیا تھا کیونکہ انتصاح و قول الموجہ و فتح الکنوز کی
تقریظین معترض نے لکھی تھین گو جس طرح پر وہ لکھی گئین وہ بھی خوب یاد ہے مگر خیر خیال ہوا کہ شاید
اس کی تقریظ بھی لکھنے کا ذوق ہو اس بنا پر کہا گیا جب کئی بار کہنے پر معترض نے بغلین جھانکین
تو پھر سکوت اختیار کیا گیا۔

اور یہ کس قدر سچ ہے کہ اوسوقت تک اصل کتاب ہی دیکھی تھی نہ تکملہ اوس کی اشاعت
کا انتظام کسی کوٹھری یا حجرہ مین نہین ہوتا تھا جو یہ قول قابل تسلیم ہو سکے برابر تکملہ کی تصحیح اور اصل
کتاب کے کاپی و پروف معترض کے سامنے آئی اور لکھائی چھپائی کے متعلق معترض نے اپنی رائے
بھی دی روض الازہر سلخ ذیحجہ ۱۳۲۱ھ کو مولوی شریف الدین مرحوم کے ہاتھ رامپور طبع کے
لئے بھیجی گئی اور ماہ محرم ۱۳۲۲ھ مین معترض کے حضرت پیر و مرشد قدس سرہ کے فاتحہ شریفہ
مین جب جناب مولوی وسیم الدین صاحب نے عین یوم فاتحہ یہ دریافت کیا کہ اسکی تقطیع کتنی
رکھی جائے اور حاضرین نے رائین دین کسی نے کہا کہ اصول المقصود کے برابر ہو، و کسی نے
کہا کہ کشف المتواری کے برابر ہو اور کسی نے شہادت نامہ کی تقطیع کی رائے دی حکیم عبدالحلیم
صاحب نے زیادہ زور شہادت نامہ کی تقطیع پر دیا اور معترض نے بھی اونہین کی تائید کی

چنانچہ پھر بالاتفاق آداروہی تقطیع رکھی گئی اب محض لاعلمی کا اظہار کیا جاتا ہے اس کا کیا علاج۔

قولہ اب اسوقت اصل کتاب بھی دیکھی تکملہ کا بھی مطالعہ کیا مقدمہ بھی دیکھا تب یہ عقدہ مالا ینحل حل ہوا کہ ۶ جز کی کتاب لیکن حضرت مصنف کے خلوت ارشید کے حالات کی گنجایش نہین تھی الحمد للہ یہ انقطاع واخراج اپنے وقت مین آپ ہی نظیر ہے سلاسل ثمانیہ اور مناہج صادقہ مین اس کا ثبوت اور نشان ملنا دشوار ہے ایسا سخت حملہ کر ولدیت سے خارج اجازت وخلافت سی منقطع سجادگی سے بے تعلق یہ تو صریحی تعصب وقطع صلہ رحم ہے

اس وقت کتاب دیکھنے سے اگر یکم ربیع الآخر ۱۳۲۲ھ مراد ہے تو اس سفید جھوٹ کا کیا کہنا کیونکہ روض الازہر ۱۳۰۳ھ مین اور نفحات العنبریہ ۱۳۰۴ھ مین چھپین اور معترض نے اوسی زمانہ مین ان کتابون کو پڑھا تھا نہ کہ اب جس کا اندازہ رسالہ کاشف الاسرار کے صفحہ ا سطر ۱۱ کی عبارت سے ہوتا ہے معترض کے لئے یہ غلط بیانی لائق شرم ہے اور میری تو آج بھی یہ رائے ہی کہ معترض نے دراصل نہ مقدمہ پڑھا نہ تکملہ ہی دیکھا ورنہ اون کی قلم سے ولدیت سے خارج ہونا کبھی نہ نکلتا کیونکہ جب اس مین اون کا حال ہی نہین تو ایسا جملہ یا فقرہ کب ہو سکتا ہے اگر معاذ اللہ حسب اعتقاد معترض وہ ولدیت سے خارج ہوسے تو ۱۲۸۷ھ مین دعوے کر کے حضرت فخر الکاملین سے موروثی ریزہ ملکیت کیون تقسیم کراتے شاید اس کا بھی معترض کو انکار ہے اسی لئے معترض نے فیصلہ منشی امتیاز علی مغفور مختصر علیہ بھی اضافات مین شامل کیا تھا کیونکہ جب پہلی مرتبہ وہ حاکم پرگنہ سید افتخار حسین کے یہان داخل کیا گیا تھا تو بالکل انکار تھا مگر بعد کو اقرار کیا ایک دو جھوٹ ہوتے تو شاید کوئی نہ کوئی بات بن بھی جاتی مگر جس جگہ جھوٹ کا ایک انبار ہے وہان کیسا کیا تاویلات اور کون کون عذرات کئے جائینگے۔

علاوہ اس کے دریافت طلب امر یہ ہے کہ معترض کے جد بزرگوار کا حال کس حیثیت سے اور کہان پر لکھا جاتا اگر یہ کہا جائے کہ بحیثیت اولاد تو وہ کوئی کتاب نسب نامہ تھی جس مین اون کا حال ہو سکتا اور اگر کہا جائے کہ بضمن خلفاء و مجاز تو یہ مسئلہ ایسا ہے جس کو ہر شخص جو اون کی واقعات

سے واقف ہے کہ جن کا علم عام طور پر تمام اہل قصبہ و مریدین و مخصوصین حضرت مقتدی جہان کو ہے اور جو خاص طور پر معترض اور معترض کے والد ماجد کے حضرات مرشدین سے سنے گئے ہیں تسلیم کرنا قبول نہیں کرینگا اون واقعات سے معترض بھی آگاہ ہیں مگر اس وقت وہ اونہیں بلحاظ اپنے مقاصد میں مضر ہونے کے چھپا رہے ہیں لہذا یہ تو نہ صریحی تعصب ہوا اور نہ قطع صلہ رحم بلکہ ایک طرح پر اون واقعات سے چشم پوشی معترض کے حق میں مفید ثابت ہوئی کیونکہ اگر اون واقعات کا تفصیلی اظہار کر دیا جائے تو معترض کے تمام دعاوی باطلہ نقش برآب نظر آئیں گے۔

قولہ قابل غور ہے کہ حضرت مولانا مولوی شاہ تقی علی قلندر دیباچہ بالشان اور محترم بالکیان کی اولاد و احفاد کے ساتھ یہ مراعات و سلوک کر اون کا انقطاع اصلی اور اخراج واقعی یہ ایسا سخت حملہ ہے کہ خارج از تحریر و تقریر اور حقیقت یہ ہے کہ نہ اخراج کا سبب اور نہ انقطاع کی وجہ محض دعوات مہملہ اور غزات معطلہ میں نہ اونکی لیے کسی دلیل کی ضرورت ہے اور نہ کسی برہان کی حاجت اور مستزاد یہ ہے کہ دعوات میں تصرف تبقی و ملک غیر کے غزات میں انقطاع و اخراج کے لیکن بے سر دیا نہ اس کا سر ہے اور نہ اس کا پیر قلم ہاتھ میں کاغذ پر نظر ہے نہ کسی کا خوف نہ خطر جو چاہا لکھدیا اور جو چاہا کہہ دیا صد آدمی کی یہ کون نہیں جانتے ایجاد کرنے میں اور باتہ میں آواز بھی نہیں۔ انتہائی تحریک نے انزوا بی انہماک زیادہ تر موقوف متقدمین کے وقت سے ہے اس سے قبل ہی کا اس وضاحت و صراحت سے تذکرہ سننے میں آیا اور نہ کوئی مضمون ایسا نظر پڑا۔

معلوم نہیں کہ معترض کا مطلب انقطاع و اخراج سے کیا ہے اگر یہ مراد ہے کہ معترض کے جد امجد و والد ماجد کا تذکرہ روض الازہر میں نہیں کیا گیا تو اس کے متعلق اوپر لکھا جا چکا ہے کہ روض الازہر میں اونکی تذکرہ کا کوئی موقع نہ تھا اور اگر انقطاع و اخراج کا عام فہم مطلب لیا جائے تو اس کے پابند ہمیشہ خود معترض اور اون کے والد ماجد رہے ہیں کہ جب کبھی اپنے مرشد

زادہ سے خفا ہوئے ترک برادری کردی اور حصہ پھیر دیا نہ یہ کہ تحریک و اظہار نفرت کے تجاویز معترض ہی کے گھر میں ہمیشہ پاس ہوا کیں دہرائے فضول باتوں میں کبھی وقت ضائع نہیں کیا گیا اور اگر انقطاع و اخراج سے معترض نے کوئی اور مطلب نکالا ہے تو ایسے صاف طور سے لکھنا چاہیے تھا معترض کا حال اوس لڑکے کی طرح ہے جو برابر یہ کہتا جاتا اور رو رو کر ناک کھینچتا جاتا ہے کہ اون دن ہمکا مارت ہیں اگر اس سے یہ پوچھا جاتا ہے کہ کس نے مارا اور کیوں مارا تو رونے کے سوا کوئی جواب نہیں دیتا۔

معترض نے یہ صاف اور واضح نہیں لکھا کہ تکیہ تقی تک یہ کس کا مقولہ ہے اور کس موقعہ پر کہا گیا تھا وہ کے صاحب تصنیف ہونے کے تو لوگ یونہی قائل ہیں پھر اس تازہ تصنیف کی کیا خاص ضرورت واقع ہوئی۔

قولہ [۲۱] روض الازہر فی مآثر القلندر جس وقت طبع ہو کر آئی اور دست بدست تقسیم ہوئی چند اقربائی خاص واعزا نے با ختلاف من نے مجھ سے سوال کیا کہ روض الازہر آپ کے جد محترم کی کتاب ہے اوس میں آپ کی نہ کوئی تقریظ ہے نہ تاریخ اور نہ آپکے اب وجد کا تذکرہ ہے سخت حیرت ہے کہ اس کے کیا اسباب ہیں میں نے اوس کے جواب میں عرض کیا کہ تقریظ و تاریخ میری اس سبب سے نہیں ہے کہ مجھ سے مسئلہ اشاعت روض الازہر حتی الامکان مخفی رکھا گیا میں نے سنا ضرور لیکن دولت مقدمہ نے نہ اوس کا علم مجھے ہونے دیا اور نہ کبھی کوئی ذکر اس کے متعلق مخاطب ہو کر کیا اس سبب سے کہ مجھے اس کتاب سے علاقہ ہی کیا تھا اب رہا دوسرا سوال کہ میرے اب وجد کا اوس میں تذکرہ نہیں محض نفسانیت و تعصب سے حالات نہیں لکھے اور آئندہ اثرات کے خیال سے اصل واقعات ظاہر نہیں کئے گئے ورنہ ۶۶ جز کی کتاب اس طرح سے کہ اصل کتاب ۲۲ جز کی اور تکملہ ۳۲ جز کا اور مقدمہ دو جز کا اس میں دو سطری حضرت مصنف کے اعقاب کے حالات کی گنجائش نہ تھی اور فی الواقع ... تمام اس واسطے کہ تصرفات حواشیوں اور مخترعات مضمون کہاں سے آتے

قولہ ان لغویات و مزخرفات کا وجود میری طالبعلمی کے موقعہ پر اشارۃً اور کنایۃً نہ تھا صراحت کا کیا ذکر سب حضرت استاذی و مرشدی مولانا شاہ حافظ علی انور قلندر سے مبتدیات سے متوسطات تک پڑہا ہیں نے زبان فیض ترجمان سے اکثر یہی سنا کہ ہم کاسہ لیس خوان تقویہ ہیں اور وہ ایک مرتبہ مجھسے فرمایا کہ ہم تم کو پڑہاتے ہیں اوس کا احسان تم پر نہیں ہے اسواسطے کہ ہمارے پاس جو کچھ ہے وہ سب تھانے پر دادا کا صدقہ ہے اونھیں کی فیض صحبت ظاہری و برکت تعلیم باطنی سے اور یہ ایک حد تک صحیح بھی ہے اور اس کو بدلائل معقولہ اصل کتاب میں ثابت کرونگا اور بیہودہ خیالات خود تملیک نے متصرفانہ ہو چکے جو غرہ ہے اوس کا بھی اظہار کرونگا کہ یہ کس حد تک قابل تسلیم ہے ایدل تو دمی مطیع فرمان نشدی ٭ در کردہ خویش خود پشیمان نشدی قاضی شدی و شیخ شدی و دانشمند ٭ انجملہ شدی ولے مسلمان نشدی

ان لغویات و مزخرفات سے معلوم نہیں کہ معترض کا کیا مطلب ہے اگر وہ ناگوار واقعات مراد ہیں جن کا معترض کو علم ہے تو ان واقعات کا ذکر حضرت مقتدای جہان کے وقت سے ہی چنانچہ صراحتاً چاہے ذکر نہ آیا ہو مگر اشارۃً کمنایۃً بہا نتک حضرت مقتدای جہان نے فرمایا کہ قادر انداز کا تیر اپنے نشانہ پر پورا تو پڑ گیا حضرت غوث ملت صفحہ ۵۰ شرایط الوسایط میں لکھتے ہیں کہ

یک روز شیخ بایزید پای دراز کردہ بود و جمعی از اصحاب حاضر بودند و دانشمندی در ان میان بود برخاست و برو و بنخوت بزرگی کرد و سر داشت پای خود برابر پای شیخ نہاد و ہیچ التفات نکرد اصحاب این حرکت وی نپسندیدند و گفتند ہوشدار و بہ بین کہ چہ میکنی آن دانشمند بانگ بر ایشان زد کہ چہ میگوئید خاموش باشید و در حق شیخ کلمہ منکر ایگفت شیخ فرمود بگذارید کہ او سزای این خود دید پس در پای آن دانشمند خورہ افتاد و بنوعیکہ بفرزندان او آن علت سرایت کرد و ہین باب از بزرگی پرسیدند کہ گناہ یک کس کردہ بود دیگران چہ کردہ بودند کہ این علت بر ایشان سرایت کرد گفت بسبب آنکہ چون مرد تخت کمان باشد و شست او درست افتد تیر او از سپر و جوشن و سینہ و شکم بگذرد و در زمین آید بیشترحال شیخ ہمچنین بود و دست کرامان

دانشمند بگذشت دلفر زندان اور سید دیز درجش آنکہ باکسے کہ آشنای درگہ وحق ۔ شد گستاخی
نکند کہ گفتہ اند مشایخ رحمہم اللہ سیف اند خود را از تیغ خداوند تعالیٰ نگاہ باید داشت ۔

زمانہ طالبعلمی کا تذکرہ فضول ہے کیا اوس زمانہ کے دیکھنے والے معترض کے خیال مین
آج باقی نہین ہین ۔ ہین اور بہت ہین اوس زمانہ مین تو معترض کا یہ دستور تھا کہ سبق پڑھکر
مکان چلے جاتے تھے سوا اوقات درس کے اپنے حضرت استاد و پیر و مرشد کی خدمت مین
حاضر ہی کب ہوتے تھے البتہ کبھی کبھی حضرت وارث الانبیاء مدظلہ ہی کی خدمت مین حاضر
ہوتے تھے معترض نے اپنے حضرت پیر و مرشد کے مرض الوصال کے زمانہ سے حضرت وارث الانبیا
مدظلہ سے پڑھنا شروع کیا جب اُنھون نے معترض کے والد ماجد کے جبر و تشدد معترض پر دیکھی
اور سُنی تو بمقتضای شفقت معترض کا خور و نوش اپنے ذمہ لیا اوس وقت بھی معترض کا یہ طریقہ
تھا کہ بعد فراغت درس تعویذون کی کتاب سے تعویذات نقل کرتے یا طلبہ سے خوش گپی کیا
کرتے تھے اور جب اس سے فرصت ملتی تھی تو بھوت چڑیل اور نیکے چکر مین رہتے تھے ۔

جو ارشاد معترض نے اپنے حضرت پیر و مرشد کا لکھا تو حضرت سعدای جہان کی عنایت
سے کس کو انکار ہے یہ تو حضرت وارث الانبیاء مدظلہ موصوف نفحات نے بھی تسلیم کیا نیز صاحب
تکملہ نے خود لکھدیا ہے اوس کی سند کی ضرورت نہین ۔ معترض نے ان ارشادات کے ساتھ وہ
ارشاد کیون چھوڑ دیا جو صاحب تکملہ نے معترض کے متعلق حضرت وارث الانبیاء مدظلہ سے فرمایا
کہ ان لوگون کو تکلیف مین دیکھکر حتی المقدور انکی تکلیف رفع کرو مگر دوہری دو یہ ہو ہرگز بھلائی کی
امید ان سے نہ رکھیو ۔ یا خان بہادر چودہری نصرت علی مغفور سندیلی مرید حضرت غوث مت نے
جب اون سے عرض کیا کہ آپنے یہ بہت اچھا کیا جو چھوٹے حضرت کے بیدہ کو پڑھانا اپنے ذمہ لیا
امید ہوتی ہے کہ یہ کچھ پڑھجائین اور درست ہوجائین گے جسپر اونھون نے فرمایا کہ ہان مین پڑھا تو
رہا ہون مگر چودہری صاحب اس کے تیور مجھے اچھے نہین معلوم ہوتے اوس کے بعد کا ایک یہ واقعہ
اور ہے جس سے معترض کی حسن خدمت و معاشرت کا حال اپنے والد ماجد کے ساتھ ظاہر ہوتا ہے

کئی مرتبہ معترض کے والد ماجد نے اون زمانہ مین حضرت وارث الانبیاء سے فرمایا کہ تم کرامتی
کو شاید اس خیال سے بڑ شامت ہو کر وہ تمہارا ساتھ دیگا بہتا خوب آجہو اکرام علی کسی کا نہیں ہے
جب مجھی کو نہیں مانتا تو تم کو کیا مانے گا - اور اس کے ثبوت مین خود معترض کا یہ فعل کافی ہے کہ جب
جناب منشی نورالدین صاحب نے اپنا منظومہ میلاد شریف چھپوایا اور اس کی تقریظ معترض نے لکھی
تو اپنے نام کے ساتھ اپنے دادا جد کا نام لکھنے نہ دیا بلکہ نبیرۂ حضرت شاہ واحدی قلندر لکھوایا -

اب یہ قول کہ (اس کو بدلائل معقول ثابت کرونگا) بالکل لغو و فضول ہے کیونکر تک
معترض نے کیا ثابت کیا جو آیندہ ثابت ہونیکی توقع کی جائے یہ عجب لطف ہے کہ مضمون اس وقت
تک لکھا ہوا ہے اور دھمکی آیندہ دلائل لکھے جانے کی دی جا رہی ہے -

فقرہ (موجودہ خیالات خود تملیک) بہت خوب ہے یہ تو اردو کا ایک فصیح جملہ ہے کردار
سبحان اللہ حضرت مولانا تو معترض کو بھی تسلیم ہے کیونکہ جس قدر وہ [illegible] کرنا چاہتے ہین اوتنا ہی وہ
تسلیم ہوتا جاتا ہے مگر اپنے فطری جبلی رشک وحسد سے مجبور ہین کیا کرین (الحق عداوۃ مصلحۃ
الاعداء وتو المحسود)

یہ تو سب خیر ہی مگر رباعی معترض نے اچھی لکھی یہ ودتی بالکل معترض کے حسب حال
ہے تیسرے مصرعہ مین اتنا تغیر کر دینا چاہیے تھا کہ بجائے قاضی رشدی کے فنا شدی ہو جاتا تو
بہتر تھا معلوم ہو کہ قاضی زادہ فنا شد [illegible] گناہ ہے چوتھے مصرعہ کا فقرہ مسلمان نہ شدی بزاید
تعجب خیز ہے خدا جانے اس کا کیا مطلب ہے اور کون معنی مراد لئے گئے ہین آیا لفظی معنے یا جہلا و
مستورات کے اصطلاحی معنے

قولہ کشف اول حالات حضرت مولانا شاہ تقی علی قلندر علوی کاکوروی رحمہ اللہ تعالی
حالات [illegible] سے کیا مطلب ہے اگر یہ مراد ہے کہ اس کے علاوہ کتابون مین جو حالات مرقوم
ہین وہ [illegible] نہیں بلکہ فرضی وغیرہ واقعی ہین تو اس کا ثبوت دینا چاہیئے تھا -
پھر وہ امور جنکو حالات کہنا چاہیے معترض نے کوئی لکھے ہی نہیں اور جو باتین لکھی ہین وہ بھی

ہیں جو اور کتابوں میں موجود ہیں البتہ معترض سے اپنے جد امجد کے اثبات اجازت میں زور لگایا ہے جس کی کمزوری آیندہ ثابت کیجائے گی۔

اور اگر یہ مطلب ہے کہ جو باتیں لکھی ہیں وہ کسی معتبر و معقول ذریعہ سے معلوم ہوئی ہیں تو اون ذرایع کو بیان کردینا چاہیے تھا۔

قولہ عبارت کشف التواری وغیرہ مثال مذکورہ سے اس امر کا کافی پتہ چلتا ہے کہ کوئی خصوصیت کسی امر کی آپ نے بڑے صاحبزادہ کے ساتھ نہیں برتی بلکہ جملہ امور میں مساوات کا لحاظ غالب رہی سجادہ نشینی وہ بلحاظ تفاوت سن کے آپ نے خلف اکبر کو مرحمت فرمائی اور خلف صغیر کو کہ جنکے قابلیت و اہلیت من کل الوجوہ مسلمہ تھی تحریری وصیت فرمائی سجادہ نشینی اس خاندان سے حضرت مولانا شاہ حیدر علی قلندر کی جانب منتقل ہوئی۔

معترض کا یہ خیال کہ حضرت شاہ تراب علی قلندر قدس سرہ نے کوئی خصوصیت کسی امر کی اپنے بڑے صاحبزادہ کے ساتھ نہیں برتی بالکل غلط ہے معترض نے عبارت کشف التواری صفحہ ۱۹۶ کہ

فرزند کلان را مرید پیرزادہ صاحب سجادہ خود گردانیدم بموافق رسم خاندان خود کہ پسر کلان را مرید پیرزادہ خود می کنانند۔

اور عبارت اصول المقصود صفحہ ۱۱۶ بیان احوال فرزندان آنحضرت ضرور پڑھی ہوگی مگر چونکہ معترض کی سمجھ خود غرضیوں میں پڑکر اصلیت سے کوسوں دور ہوگئی ہے لہذا خصوصیت نہ سمجھ سکے ان عبارتوں کا ماحصل یہ ہے کہ اس خاندان کا یہ معمول رہا کہ اپنے بڑے صاحبزادہ کو اپنے مرشد زادہ کا مرید کراتے تھے اس وجہ سے کہ اون کو سجادہ نشین کرنا منظور ہوتا تھا اور باقی صاحبزادوں کو اپنا مرید کرتے تھے یہ بہت بڑی خصوصیت ہے جس کو معترض نے بالقصد سمجھنا پسند نہیں کیا۔

اب اشتمال کا قصہ تو جس اجازت نامہ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے وہ اوس اجازت نامہ کا ترجمہ ہے جو حضرت مقتدای جہان نے ازدر سیوم حضرت غوث ملت پڑھا تھا جس کو معترض کے حضرت پیر و مرشد نے تکملہ درج الازہر کے صفحہ ۶۵۲ میں لکھا ہے یا نغمات العنبریہ کے صفحہ ۲۲۲ و ۲۲۳ میں

درج ہے یہ اجازت نامہ دراصل حضرت قطب الا فراد مولانا شاہ حیدر علی قلندر کے نام ہی جسکی نسبت معترض نے کاشف الاسرار کے صفحہ ۴۳ مین یون لکھا ہے کہ۔

خصوصاً حضرت شاہ تراب علی قلندر نے اپنے صاحبزادون ودرشان کو خاص مرحمت فرمائی۔

اوس اجازت نامہ کی تمام وکمال عبارت پر اگر استدلال نہ بھی کیا جائے تو بھی معترض کی دعوی کو باطل کرنے کے لئے اوسی جزو کی عبارت جس کو معترض نے لکھا ہے کافی ہے ملاحظہ ہو۔

امادر حق ایشان دعیت آنست کہ بدین برادر کلان خود را بجای من بزرگ خود خدا دانند ہر چیز

بستصواب دسترضای او شان مرعی دارند و بر خود او ہر چیز مقدم پندارند۔

یہ عبارت صاف طور سے بڑے حضرت کی فضیلت ثابت کر رہی ہے اس کے علاوہ اس مقولہ کی کہ حضرت غوث ملت نے بحالت سوزش مساوات کا اظہار کیا۔ تردید خود حضرت غوث ملت کے اس فعل سے ہوتی ہے کہ اونھون نے اپنی حیات مین سب سے آخری اجازت نامہ بمثال حرف بڑے حضرت کے نام لکھا جو نخات العنبریہ کے صفحہ ۴۴ مین نقل ہے دوسری دلیل فضیلت یہ ہی کہ جو معترض نے خود رسالہ کاشف الاسرار مین لکھی ہے کہ چھوٹے حضرت بڑے حضرت صاحب کے شاگرد تھے پھر کون استاد جو حقیقی بڑے بھائی ہون اور بڑے بھی دو ایک سال نہین بلکہ آٹھ سال۔ اگر معترض کے نزدیک استاد کو شاگرد پر اور بڑے کو چھوٹے پر فوقیت و فضیلت نہین تو مجبوری ہے بڑے و چھوٹے حضرت کی مثال بعینہ حضرت شاہ تراب علی قلندر و حضرت مولانا شاہ حمایت علی قلندر قدس سرہما کی تھی بعد وصال حضرت عارف باللہ جس قدر لوگون کا رجحان حضرت مولانا شاہ حمایت علی قلندر کیجانب بوجہ اون کے شغل علمی کے تھا اوس قدر حضرت غوث ملت کیجانب نہ تھا اور جو شہرت درحقیقت ایک قلیل مدت مین اونھون نے حاصل کی وہ کسی کو حاصل نہین ہوئی ملاحظہ ہو اصول المقصود ^صفحہ ۱۴۲^ اسی طرح بعد وصال حضرت غوث ملت حضرت مقتدای جہان کی شہرت کوئی غیر معمولی بات نہین معلوم ہوتی جس کو معترض نے اسقدر شد و مد سے لکھا پھر بعد وصال حضرت مقتدای جہان بموجودگی حضرت شاہ واجد علی قلندر و حضرت فخر الکاملین کے جس قدر شہرت معترض کے حضرت استاد و پیر مرشد نے حاصل کی وہ اون حضرات

کو حاصل نہیں ہوئی لہذا اگر کوئی خورد اپنے بزرگ کے سامنے شہرت حاصل کرلے تو اس کی شہرت اوس بزرگ کی فضیلت کی قادح نہیں ہو سکتی۔

قولہ حضرت موصوف نے اپنی حین حیات میں اپنے خلف اوسط حضرت مولانا شاہ واجد علی قلندر کو خرقہ مشیخت پہنا کر اپنا جانشین کیا چنانچہ حضرت مولانا شاہ علی احمد ملقب بشاہ حبیب اللہ قلندر خیرآبادی کو اس امر کی تحریری اطلاع دیکر استدعای صبر و ثبات فرماتے ہیں وھو ہذا۔ محب الفقراء مقبول حق برادر صاحب شاہ علی احمد صاحب سلمہ از فقیر تقی علی عفا اللہ عنہ بعد سلام مسنون و دعا ہای صلاح و فلاح دارین واضح باد حسب خواہش آن محب پیر باد نیز بدین خیال کہ حیات فانی را قراری نیست برخوردار واجد علی را خرقہ فقر پوشانیدم و اجازت و خلافت سلاسل سبعہ دادہ قائم مقام خود گردانیدم ان شاء اللہ تعالیٰ او شمارا مبارک کند و در حضور اولیاء کرام مقبول گرداند آن برادر نیز در حق او شان دعا ہای صبر و استقلال کنند تا کہ انجام کارش بخیر گردد و از در حرف خیریت یاد شاد کردہ باشند فقط زیادہ والسلام برخوردار علی اکبر سلام مسنون بخوانند ۲۰ شعبان المکرم۔ اس تحریر سے اس امر کا پتہ چلتا ہے کہ حضرت شاہ علی احمد قلندر ایک مخلصانہ تعلق حضرت موصوف سے رکھتے تھے اور آپ کے خلف اوسط کی خرقہ پوشی اور قائم مقامی کے متعلق بطور خود کوئی تحریک بھی کی تھی جس کا آپ تحریری طور پر تذکرہ فرماتے ہیں۔ بعد وصال حضرت مولانا شاہ تراب علی قلندر آپ نے ترک لباس کیا اور سجادہ نشین ہوئے یہی مسئلہ ایسا ہے جس کے ثبوت میں معترض کی طرف سے ایڑی چوٹی کا زور لگایا جا رہا ہے اور اسی خوامخواہ ثابت کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے کہیں خط بناکر پیش کیا جاتا ہے اور کہیں مصنوعی اجازت نامہ پر استدلال ہوتا ہے۔

جس خط کو معترض نے حضرت مقتدای جہان کی طرف منسوب کر کے سنداً پیش کیا ہے اس سے انکار کی دو وجہیں ہیں اول یہ کہ جو طرز تحریر حضرت مقتدای جہان کا دیکھا گیا ہے وہ نہیں ہے دوم یہ کہ شیخ شرف الدین مرحوم خیرآبادی خواہرزادہ حضرت شاہ علی احمد صاحب نے جو مکاتیب حضرت مقتدای جہان و حضرت غوث ملت کے بنام شاہ صاحب موصوف و حضرت شاہ کبیر انور قلندر جمع

گئے ہیں اوس میں اون کے علاوہ اور حضرات کے نام بھی سجاعت میں اُس میں کہیں یہ خط نہیں ہے اگر معترض کا یہ دعویٰ ہے کہ یہ خط حضرت مقتدای جہان کے دست مبارک کا لکھا ہوا ہے تو رسالہ کاشف نامہ میں اس کا فوٹو دیدینا چاہیے تھا تاکہ اونکی دیگر قلمی تحریروں کے مقابلہ سے شناخت ہوجاتی یا اب جو لوگ وہ تحریر دیکھنا چاہتے ہیں اون کو دکھا دینا چاہیے تھا نہ کہ حیلہ و حوالہ۔

اس مصنوعی خط کو معترض نے حضرت مقتدای جہان کی طرف منسوب تو کردیا مگر اس بات پر نظر نہیں گئی کہ اگر یہ مان بھی لیا جائے پھر بھی معترض کا مقصد حاصل نہیں ہوتا اس لیے کہ اس خط سے زیادہ سے زیادہ خلافت تکلیفی ثابت ہوتی ہے نہ کہ خلافت رضائی دیکھنا چاہیے کتاب انوار العارفین واقتباس الانوار ومناہج السالکین نیز روض الازہر صفحہ ۲۰۸ فصل دوم در بیان خلافت مشایخ و تمام آن مخصوص حضرت ایشان دین باب کی یہ عبارت کہ خلافت تکلیفاً آنکہ مریدے از پیرے بہ تکلیف سفارش یا حمایت دیگرے یا بہ تکلیف مزاحمت خود خلافت دریافت این خلافت روا باشد دہم برخورداری دران نیست

اس کا افسوس ہے کہ معترض کی یہ سب در دسری بیکار گئی مگر وہ اس میں مجبور تھے اس لیے کہ خلافت تکلیفی و خلافت رضائی کا حال ہی اونکو معلوم نہ تھا اوس کو نصیب کیا کرتے معترض نے تو ایک سیدھی سی عبارت اپنے خیال میں حضرت مقتدای جہان کی طرف منسوب کی تھی اس کا کیا علم تھا کہ وہ حضرت مقتدای جہان کے طرز تحریر کے خلاف ہوگی اور یہ دقتیں پیش ہونگی

اس مصنوعی خط سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ معترض کے جد امجد کو اپنے والد بزرگوار سے اگر خلافت ہوسکتی تھی تو تکلیفی کیونکہ حضرت مقتدای جہان نے اون کو خلافت حسب فرمایش حضرت شاہ علی احمد صاحب دی نہ برضا و رغبت خود۔

خط کی عبارت سے یہ بھی صاف ظاہر ہے کہ وہ باوجود فرمایش پوری کرنے کے اپنی مجاز کی نیابت سے مطمئن نہ تھے پھر بوجہ سنہ تحریر نہ دینے کا کل پتہ بھی نہیں ملتا کہ معترض کے جد امجد کو اونھوں نے خلافت حضرت شاہ رکن الدین لاہر پوری سے قبل دی یا بعد۔

یہ تحریر غالباً معترض کے جد امجد کی ہے جو اونھون نے معترض کے والد ماجد کو خرقہ دینے
کے بعد اطلاعاً شاہ علی احمد صاحب کو لکھی تھی جو بعد تغیر و تبدل اسمار یون پیش کی گئی ان سب کے
علاوہ زیادہ قابل لحاظ امر یہ ہے کہ خود معترض کے جد امجد نے جو حکیم مشرف حسین خیرآبادی کو خلافت
کبری باین وضاحت وعبارت لکھ کر دی اوس مین کہین اس کا ذکر نہین۔

جاننا چاہئے کہ ہم کو بیعت سلسلہ قادریہ مین اپنے جد امجد حضرت تراب علی قلندر سے ہی اور تربیت
و تعلیم علم ظاہر و باطن کی اپنے والد شریف سے ہی دس برس کے سن سے ہم تکیہ شریف پر رہنے لگے
تعلیم علم ظاہر اور علم باطن کی ہونے لگی ہمارے دادا صاحب نے جبکہ ہم کو مرید کیا تھا تو یہ ارشاد کیا تھا
کہ تمھارے باپ چچا کا بابا اور سکھانا مین ہماری تعلیم ہے ہم نے باپ چچا و دادا سے فقیری
سیکھی بعد وصال شریف ہمارے والد شریف کے حضرت شاہ رکن الدین قلندر کہ خلیفہ ہمارے والد
شریف کے تھی برسم تعزیت ہمارے مکان پر تشریف لائے بحسب دستور ایک دوپٹہ ہمارے
سر پر باندھا اور نذر ہم کو دی اور ہمارا ہاتھ پکڑ کے سجادہ پر ہم کو بٹھایا اور یہ فرمایا کہ جو کچھ
تمھارے والد شریف سے ہم کو پہونچا ہے تحریراً و تقریراً ہم اس کی تم کو بشارت دیتے ہین
ہم نے تسلیمات کیا اور نذر دی بعد اس کے مکان پر سے جا کر جو شال کہ ہماری والد شریف
نے اون کو لکھ دی تھی وہ اپنی طرف سے ہم کو تحفہ بھیجدی اس جہت سے وہ ہمارے پیر
خرقہ و پیر اجازت ہوئی۔

یہ تحریر اون کی ہے یا نہین اگر ہو تو جب اونھون نے اپنی تعلیم و تربیت کا حال لکھا تو اپنے والد
بزرگوار و عم نامدار سے مجاز و ماذون ہونے کا کیون تذکرہ نہین کیا اگر یہ کہا جائے کہ باپ چچا دادا
سے فقیری سیکھنے سے یہی مراد ہے تو سنے کوئی تعدد تسلیم نہین کر سکتا تعلیم اذکار و اشغال اور چیز
ہے اور اجازت و خلافت اور چیز اگر ایسا ہو تو ہر مرید ذاکر و شاغل خلیفہ و مجاز کہلائے۔
اسی اجازت نامہ مین اونھون نے اپنے والد بزرگوار کے نام کے ساتھ مرید و خلیفہ والد شریف
خود حضرت شاہ تراب علی قلندر کا ہے لفظ ... نہین لکھا پھر معترض نے کیسے خلاف قاعدہ شریف

خدام و بابای کرام خود حضرت مقتدای جہان کو سجادہ نشین تکیہ شریف بنادیا دراخالیکہ خود صفحہ ۲ رسالہ کشف الاسرار میں یہ لکھدیا ہے کہ (اب بھی سجادہ نشینی وہ بلحاظ تفاوت سن کے آپ نے خلف اکبر کو مرحمت فرمائی) عـــہ

نیز صفحہ ۳ میں صاف لفظوں میں ہے کہ (سجادہ نشینی اس صورت سے حضرت مولانا شاہ حیدر علی قلندر کی جانب منتقل ہوئی) ســـہ

افسوس تو یہ ہے کہ معترض کو ہنگام تحریر جذبات غیظ و غضب اس قدر گھیر لیتے ہیں کہ وہ اُس سے ز خود رفتہ و شیطان پیوستہ ہوکر یہ بھی ادراک نہیں کرپاتے کہ پہلے میں کیا لکھ گیا ہوں اور اب کیا لکھ رہا ہوں لکھنے کے بعد اپنی تحریر پر نظر ثانی نہیں کرتے یا کرتے ہیں تو حسن و قبح و صحت و سقم دیکھ نہیں پاتے معترض کی تحریر میں یہ بھی بڑا لطف ہے کہ اسی سے اعتراض پیدا ہوتا اور پھر اسی سے جواب ملجاتا ہم ہوا اس کو غنیمت جانا ہے اور جواب قوی۔

انجناب لاہر پور بھی جناب مولوی رکن الدین صاحب کو صاحب ملفوظ سے سمجھتے ہیں کہ معترض کے جد بزرگوار اونکے خلیفہ تھے اور اون کو خلافت اونہیں سے ملی دیکھنا چاہیے حضرت شاہ واجد علی قلندر کا اجازت نامہ بنام حکیم مشرف حسین نیز جناب مولوی صاحب کا حال مندرجہ نفحات العنبریہ جو بجنسہ شاہ ولایت احمد صاحب کا لکھا ہوا نقل کیا گیا ہے اگر اس میں بھی کچھ شک ہو تو اون کی لکھی ہوئی اوراق حالات محفوظہ میں انہیں دیکھ کر اطمینان کیا جاسکتا ہے اس اجازت نامہ مسطورہ بالا و شاہ ولایت احمد صاحب کی تحریر سے صاف ظاہر ہے کہ اون کو اپنے والد بزرگوار سے اجازت و خلافت نہ تھی۔

قولہ کشف دوم سبب تزئین۔ تضاد کی ثبوت کیلئے مقولہ ہر دو حضرت کافی ہیں۔ ارشاد برادر بزرگ میں تقی کی ... لکھتا ہوں۔ ارشاد برادر خورد میں بھائی کا غلام ہوں۔ حضرت مولانا شاہ حیدر علی قلندر در زمرہ اذکار و اشغال خاندانی میں رہتے تھے مریدین حضرت کے کل بڑھ سو کے قریب تھے تکیہ و کاروبار تکیہ داری کا تعلق من کل الوجوہ حضرت مولانا شاہ

تقی علی قلندر سے تھا تکیہ شریف کا نشو و نما و ترقی موجودہ یہ سب حضرت مولانا شاہ تقی علی قلندر
کا طفیل ہے اس کے ثبوت کیلئے تمام متعصبین معترض کے اقوال اور منشی امتیاز علی صاحب کا یہ جملہ
تحریری کافی ہے ترقی صوری و معنوی تکیہ شریف کاظمیہ جیسا کہ ملا قدوہ حضرت مولانا شاہ تقی علی
قلندر میں ہوئی اس سے پہلے نہیں ہوئی عبارت فیصلہ ثالثی مجوزہ منشی امتیاز علی صاحب کا کوردی
اور تکیہ شریفہ کاظمیہ کی شیرازہ بندی تکیہ شریفہ کاظمیہ کی تنظیم و درستی سب حضرت موصوف ہی کے
عہد سعد سے ہوئی اوقات کا سلسلہ رشد و ارشاد کی گرماگرمی اس کے اصلی باعث اور واقعی سبب
آپ تھے جبروت کے آپکی یہ اعلیٰ دلیل ہے کہ سجادہ کاظمیہ کے مقابل دوسرا سجادہ تقویہ قائم کر
دکھایا جو ہر طرح اوس سے فوق لے گیا اور دلیل فوقیت یہ ہے کہ باوجود کہ سجادگی کاظمیہ حاصل
ہے لیکن سجادگی تقویہ سے تعلق خاص پیدا کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی اور اس کے لئے
اضافات و مخترعات کئے گئے۔

ثبوت اتحاد میں جو ہر دو حضرات کے قول لکھے گئے یہ بھی بہت برجستہ تصنیف ہے کیا کہنا۔
نکتہ شناسی اسرار کا تو اس قدر زعم اور حالت یہ کہ گھر کی معمولی باتیں بھی نہیں معلوم فورا حضرت قطب الافراد
کے مریدین کی تعداد ڈیڑھ سو اور حضرت مقتدای جہان کی تعداد مریدین سترہ سو گردہ دی یہ تعداد
غلط ہے حضرت قطب الافراد کے مریدین دو سو چالیس تھے اور حضرت مقتدای جہان کے مریدین
گیارہ سو چھیانوے مگر اس غلط بیانی سے غرض کیا ہے معترض کے نزدیک کسی بزرگ کا کمال اگر مریدین
کی کثرت پر موقوف ہے تو یہ محض سوقیانہ خیال ہے حضرات بزرگان دین کے حالات پڑھنے سے
معلوم ہوتا ہے کہ بہت سے حضرات ایسے گذرے ہیں جنکے مریدین کم ہوئے مگر اس سے ان کی بزرگی
میں کوئی تصور نہیں ہوا اور بہت سے حضرات ایسے ہوئے جن کے مریدین بہت ہوئے مگر اس سے
ان کی شان بڑھی اور نہ یہ بات باعث فخر سمجھی گئی۔

کاروبار تکیہ کا تعلق حضرت مقتدای جہان سے کبھی نہیں رہا حضرت غوث امت کے زمانہ ہی
سے حضرت قطب الافراد سے متعلق ہوا ان کے بعد ان کے صاحبزادہ حضرت فخر الکاملین سے متعلق ہوا اور

اس کے گواہ اُس زمانہ کے کاغذات ہیں۔

یہ دعویٰ بلا دلیل ہے کہ تکیہ شریف کا نشو و نما و ترقی موجودہ یہ سب حضرت مقتدای جہان کا طفیل ہے اس ترقی صوری دعوی کے ثبوت میں جو عبارت فیصلہ نقل کی گئی وہ کہیں بھی اوس فیصلہ میں نہیں ہے پھر ملاحظہ ہو کہ خود معترض کے اضافات بقول خود لیے ہوتے ہیں جو شرعاً و طریقتاً ناقابل التسلیم ہوتے ہیں یا صاحب مقدمہ مذکورہ مولف نجات کے بلکہ فیصلہ کا جملہ یوں ہے کہ اس بات پر عام اتفاق ہے کہ حضرت شاہ تقی علی صاحب کے عہد میں آمدنی بہت تھی،

یا یہ عبارت حضرت فخر الکاملین کے بابتہ درج ہے کہ۔

شہادت شیخ شاہ دین گواہ مدعی سے کوئی فائدہ مدعی کا نہیں ہوتا بلکہ استطاعت ذاتی شاہ علی اکبر صاحب کی تائید ہوتی ہے مولوی حافظ وجیہ الدین صاحب کی شہادت اور مولوی معین الدین صاحب کی شہادت جو بجانب مدعی پیش ہوئی ان دونوں شہادتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ استطاعت ذاتی شاہ علی اکبر صاحب کو بہ مدعو شان سے حاصل تھی۔

یہ کہ اوس کی تنظیم و درستی سب اون کے عہد سے ہوئی تو اوس سے پہلے تکیہ شریف خدانخواستہ کیا معرض زوال میں تھا اس کے نشو و نما کی باعث محض حضرت غوث ملت کی ذات تھی اون کے بعد اون کے صاحبزادگان و نبیرگان کے وقت میں کوئی خاص نمایاں ترقی نہیں ہوئی موجودہ ترقی جو کچھ ہے یہ سب معترض کے حضرت پیر و مرشد برحق دام ستاذ یاب اون کی جانشین کی ذات سے ہے اللہم زد فزد حضرت مقتدای جہان کے باوجودیکہ اتنے مریدین تھے مگر اوس میں سے نہ کسی نے کچھ وقف کیا اور نہ نذر معین کی اور نہ عمارت بنوائی سابق کے جتنے خام و پختہ مکانات تھے وہ سب مریدین حضرت غوث ملت سے بنائے اور جو مریدین حضرت قطب الاقطاب قدس سرہ نے جو اوقاف ہوئے وہ بھی مریدین حضرت غوث ملت سے ہوگئے۔ دیکھنا چاہئے وقفنامہ مولوی نقی بہادر خان صاحب مورخہ ۱۳ محرم الحرام ۱۲۶۵ھ جس کو معترض نے لکھنؤ میں دعوی دائر کرکے داخل عدالت کرایا ہے۔

اور کیا تکیہ شریف کی حالت پہلی خانقاہ کی نہ تھی دفتر یا محکمہ کی تھی جس کی تنظیم و درستی کی ضرورت
ہوئی یا ان بطرق کے الفاظ کے اس کے سوا کوئی اور معنی ہیں۔

اب رہا سجادہ کاظمیہ کے مقابل دوسرا سجادہ تقویہ قائم کرنا یہ محض معترض کا خیال باطل ہے جسکی
تردید خود معترض کے رسالہ کاشف الاسرار سے ہوتی ہے ایسا لچر خیال سوا معترض ایسوں کے جو
جلب منفعت و تفوق کے پھیر میں سرگرداں ہو کب حضرت مقتدای جہاں ایسے بزرگ کے ذہن
میں آسکتا ہے کہ وہ اپنے پیر اور دادا پیر کے مقابل دوسرا سجادہ تقویہ قائم کرتے ملاحظہ ہو عبارت
شرایط الوسایل صفحہ ۲۱۔

واز جملہ آداب مرید آنکہ سخن نکند در حضور شیخ مگر بضرورت و ظاہر نکند چیزے از خوبیہای خود
پیش او و سجادہ خود در حضور او نگستراند۔

محض شہرت اور مریدین کی کثرت کسی کو صاحب سجادہ نہیں بنا سکتی حضرت شاہ میر محمد قلندر
و حضرت مولانا شاہ حمایت علی قلندر قدس سرہما نے اپنے وقت میں کافی شہرت حاصل کی تھی
اول الذکر کے مریدوں کی تعداد حضرت عارف باللہ کے مریدوں سے کم نہ تھی باوجود یہ حضرات
صاحب سجادہ نہیں سمجھے گئے۔

لطائف اشرفی میں ہے کہ ایک روز مولانا غریب جو حضرت سلطان نظام الدین اولیاء
کے جلیل القدر مسترشد تھے اپنے مکان میں مسند پر بیٹھے حضرت محبوب الٰہی کو یہ ناگوار ہوا جب وہ
ان کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے منھ پھیر لیا، اور متوجہ نہ ہوئے جب لوگوں نے وجہ
پوچھی تو فرمایا کہ یہ بات شان و آداب طریقہ سے بہت دور ہے کہ بلا اجازت شیخ کوئی شخص سجادہ
پر بیٹھے مولانا نے عرض کیا کہ میں بوجہ ضعف و کبر سنی اس پر بیٹھا نہ بوجہ مشیخت، اور معافی مانگی
جس پر از سر نو حلق و تجدید بیعت کا حکم ہوا۔

اصل واقعہ جس پر یہ خیال خام قائم کیا گیا ہے کہ جب حضرت غوث ملت کی وفات ہوئی
اور حضرت قطب الافراد سجادہ نشین ہوئے تو انہوں نے بوجہ کمال شفقت و محبت اپنے

چھوٹے بھائی سے ہی ترک لباس کرایا اس کرہ مین اُس جگہ پر جو غلط فہمی ہے اب دوسرا سجادہ سمجھ لیا گیا ہے اوس پردہ اپنے والد بزرگوار کے حیات ہی مین قبل ترک لباس بیٹھتے تھے دلھون نے کبھی اوس مصلی کو جس پر وہ تشریف رکھتے تھے دوسرا سجادہ نہین سمجھا اور نہ معترض کے جد امجد ہی نے اون کو سجادہ نشین ثانی حضرت غوث ملت سمجھا اور نہ اون کے مصلے کو دوسرا سجادہ خیال کیا جیساکہ اونکی اجازت نامہ بنام حکیم مشرف حسین خیرآبادی سے صاف ظاہر ہے اور نہ شل دیگر سجادہ نشینون کے اوس دالان والے کرہ پر جو بقول معترض معاذاللہ کعبۃ اللہ سے فوق ہے گیا ہے کبھی قیام کیا یہ محض معترض کی خام خیالی ہے اور دلیل فوقیت بھی کیا خوب لکھی ہے سبحان اللہ ہر خلف کو اپنے نامور سلف سے انتساب باعث اعزاز ہوتا ہے اس مین سجادہ تقویہ کی کیا خصوصیت اور اگر صاحب مقدمہ مدظلہ ایسا کرنا چاہین تو بہ نسبت معترض کے احق بھی ہین کیونکہ اون کے والد کے دادا حضرت قطب الافراد تھے اور والدہ کے دادا حضرت مقتدی جہان اور معترض اس شرف سے محروم ہین حضرت مقتدی جہان اون کے والد ہی کے دادا تھے والدہ کے کوئی عزیز نہ تھے لہذا معترض کو تو کچھ کہنا ہی نہ چاہیے بلکہ مشکور ہونا چاہیے تھا کہ ادھون نے بکمال مروت دعالی حوصلگی اپنے بعض حقوق سے معترض کو مستفید ہونیکا موقع دیا مگر معترض سے ایسی امید فضول ہے کیونکہ ؎

چون شکم نار دما پر شد تو ضع راگذاشت ۔ زن بجو آبستن شود دامنش مشکل است

قولہ ۱۲۹۰ھ مین حضرت مولانا شاہ حیدر علی قلندر کا وصال ہوا آپ نے بموجب وصیت حضرت موصوف کے حضرت شاہ علی اکبر قلندر کو تبدیل لباس کرایا اور سجادہ کا خیمہ پر بٹھالا اور خود نہرش ہو کر نذر دی اور فرمایا کہ یہ غلام آستانہ کی نذر ہے اس کا فخریہ اظہار کیا جاتا ہے حالانکہ یہ فعل حضرت موصوف باعث افتخار اولاد احفاد تقویہ کے لئے ہے اسلئے کرنا پڑا جلیل القدر شخص دس سے ایک ایسے شخص کو جو اوس کا آراستہ و پیراستہ تھا نذر گذرانی اور اوس کا اصلی سبب یہ تھا کہ حضرت شاہ علی اکبر قلندر کی جانب اصحاب کا کوری دبیر دنجات

بسبب اون کے طرز معاشرت نامناسب کے خیال درست نہین ہو سکتے تھے اور حضرت شاہ حیدر علی

تندرست اون کے ترک لباس کی وصیت کی تھی لہذا محض بنا و اخیالات کی غرض سے یہ فعل کیا گیا

بروز سیوم حسب وصیت خرقہ پہنا کر حضرت مقتدای جہان نے اضافہ یہ کیا کہ اپنے ہی آراستہ

و پیراستہ کو سجادہ کا ٹھیہ پر بٹھایا اور خود کھڑے ہو کر نذر دی اور فرمایا کہ یہ غلام آستانہ کی نذر ہے جسکی تردید

لکھتے وقت وصیت تو تعمیلا للحکم پر ٹالدی گئی اور اس واقعہ کی ڈھونڈی شرح یون تصنیف کی گئی

حالانکہ حضرت مقتدای جہان نے اپنی اس فعل سے اپنے اعقاب کی حیثیت اوسی وقت قایم

کردی اور اس سے یہ دکھا دیا کہ سجادہ نشین اصلی کون تھا اور اس سجادہ کے مقابل اپنی حیثیت بھی

ظاہر کردی۔

حضرت قطب الافراد کا سنہ وفات ۱۲۹۶ھ ہے نہ ۱۲۴۹ھ

بعد وفات حضرت قطب الافراد حضرت مقتدای جہان کا حضرت فخر الکاملین کو لباس پہنانا

بپابندی وصیت اور نذر دینا بلحاظ ادب سجادہ کا ٹھیہ کے تھا جس پر اون کا ارشاد خود گواہ ہے نہ

بلحاظ خوردی و بزرگی عمر و حیثیت کے ایسے اعزاز و آداب کے افعال بکثرت حضرات مشایخ سے منقول

ہین اور حضرت فخر الکاملین تو اون کے بھتیجے ہی تھے بزرگون نے تو اپنے پیرون کے خادمون

اور متعلقون کا اتنا ادب کیا ہے جو اس سے کہین زیادہ ہے بلکہ شرایط الوسایل کے صفحہ ۱۰۲ مین تو

یہان تک اون کے ادب کا قصہ لکھا ہے کہ ایکمرتبہ حضرت سلطان المشایخ نظام الدین دلیا

محبوب الٰہی قدس سرہ اپنی خانقاہ مین تشریف فرما تھے اتفاقاً ایک کتا ادہر سے نکلا آپ فوراً تعظیم

کو کھڑے ہو گئے جب لوگون نے وجہ پوچھی تو فرمایا کہ ایسا ہی کتا ہمارے شیخ حضرت شیخ فرید قدس

سرہ کی خانقاہ مین تھا مین نے اوس کی مشابہت کیوجہ سے یہ تعظیم کی صاحب کتاب فرماتے ہین

کہ بوجہ مشابہت تو تنی تعظیم کی اور اگر کہین وہی کتا ہوتا تو خدا معلوم اور کسقدر تعظیم کرتے۔

پھر یہ امر بھی قابل غور ہے کہ جب حضرت فخر الکاملین کا طرز معاشرت نامناسب تھا تو قواعد

طریقت کی خلاف ورزی کرتے اون کے والد نے ایسی وصیت کیون کی اور کیون نہ شفقت

پیدا ہی اونھون نے ایسا کیا تو حضرت مقتدای جہان نے باوجود مقتدا و متقین و مفتی الملۃ والدین مصفی المشرب ذی الیقین ہونے کے ایسی وصیت کیسے جائز رکھی وہ اوس کی نظر مین اتنی اہمیت کیون دی اور یہ سب کچھ تو تھا ہی مگر بموجودگی حضرت مقتدای جہان قدس سرہ معترض کے والد ماجد اون کے مرید کیون ہوئے۔

قولہ[۲۲] الغرض ان تمام واقعات کی نسبت حضرت شاہ علی اکبر قلندر کی ذات ہے اور وہی سبے باعث اصلی ہین اس کے ثبوت مین تحریری شہادت پیش کرتا ہون حضرت شاہ علی اکبر قلندر حضرت شاہ علی احمد خیرآبادی کو اپنے برادر بزرگ کے متعلق تحریر فرماتے ہین "بعد واپسی سفر للہرچہ در محرم ہمراہی شش نشانہ دشمنان وہشتصد شجرہ گرفتہ ہمچو پیران جاہل بکشند و خورجہ قریب دہلی رسیدہ بجز انا للہ چہ باید افسوس صد افسوس اعتبار آستانہ دائمی ہیچ نبرد و داد زہر ارشاد حضور پر نور بود ہر چہ مقدر بہان پیش نظر آمدہ شد ندام آستان ذوی الاحترام بدستور مقررہ ما موماند" فقط اس تحریر سے کوئی ثبوت اس امر کا کہ یہ تمام امور حضرت شاہ علی اکبر قلندر کے سبب سے بلکہ آپ کی جانب سے مشہور کئے گئے اور حضرت شاہ واجد علی قلندر کے صبر و سکوت سے اس کا انسداد ہو رہا ہے

مجبور ہین ہم اپنے قرابت کے سبب سے	کچھ کہہ نہین سکتے ہین ارادت کے سبب سے

اس تحریر سے تو یہ پتہ نہین چلتا کہ مکتوب الیہ و مشارالیہ کون ہے اگر حسب تحریر معترض شاہ علی اکبر صاحب کو حضرت شاہ واجد علی قلندر کی نسبت لکھنا مان بھی لیا جائے تو اس تحریر مین بھی اوسی چلی کا ذکر ہے جسے معترض نے مصنف کاشف الاسرار مین لکھا ہے کہ "آپ نے مثل اپنے جد بزرگوار کے سیاحت بہت فرمائی" تو معترض کو اون کی سیاحت کے معترض ہونے کے ساتھ اس کا بھی اعتراف ہے کہ اون کے والد ماجد و عم بزرگوار کا یہ طریقہ نہ تھا اور اس تحریر سے جس مین الفاظ بدلے ہوئے ہین یہ ظاہر ہو رہا ہے کہ وہ معترض کے جد محترم کی سیر و سیاحت پر اظہار تاسف فرماتے ہین اور اس جملہ ارشاد حضور پر نور بود ہر چہ مقدر بہان پیش نظر پر معترض نے غور نہین کیا کہ اس سے کیا معنی

پیدا ہوتے ہین اس جملہ کا اشارہ اُس ارشاد حضرت مقتدای جہان کی طرف ہے جو اونھون نے
اپنے چھوٹے صاحبزادہ کے انتقال مین فرمایا تھا کہ (اہل مردونا اہل باند) معترض کی مولفہ تحریر صفحہ
۲۲ رسالہ کاشف الاسرار سے بھی یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ حضرت مقتدای جہان معترض کے جد محترم سے
ناخوش تھے ورنہ جب وہ صالح ولایق تھے تو کسی غیر کو سفارش کی کیا ضرورت تھی اور صرف حضرت
فخر الکاملین ہی نے معترض کے ابو الجد کا ارشاد پیش کرتے ہوے ایسا نہین لکھا بلکہ اس زمانہ کے
تمام لوگون کا یہی قول ہے۔

اس خط مین تو کوئی بات ایسی نہین معلوم ہوتی جس کو کسی نہ کسی طور سے معترض نے خود
تسلیم نہ کیا ہو اس کے علاوہ حضرت مقتدای جہان اپنے صحایف مین حضرت فخر الکاملین
کی طرف سے تو سب کو سلام تحریر فرمائین اور معترض کے جد محترم کا احیاناً کہین نام بھی نہ آئین
ایسا بڑا مواخذہ بقول معترض حضرت مقتدای جہان ہمیشہ اپنے سر لیتے ہونگے مجھے کی طرف سے بیوجہ
احباب کا کوری وہیروشجات کے خیالات درست کرنے مین کوشش کرتے رہے مگر بیٹے سے قدر
نفور رہے کہ اوس مصنوعی خط مین بھی جو اونھین کے بابت تھا سلام تک لکھنے سے حذر فرمایا اور خطوط
مین نام لکھنا تو درکنار وہ تو اپنی زبان پر بھی اس نام کا لانا پسند نہ کرتے تھے حتی کہ مولوی واجد علی
سندیلی کو ہمیشہ باسطہ کے پوت اور شاہ اودھ معزول کو نخنیا بادشاہ فرمایا کئے۔

لہٰذا بنظر ان حالات کے بمقتضای اخوت اگر وہ اونھون نے اظہار تاسف کی تو کیا گناہ کیا اور وہ
اظہار تاسف کس سے کرتے ہم اپنے حضرت مقتدی جہان کے خلیفہ سے جو اسوقت کے حالات
و واقعات سے بخوبی واقف تھے لطف تو یہ ہے کہ جو امر معترض کے مفید مطلب نہین ہوتا وہ بھی
معترض کے نزدیک اپنی نافہمی سے مفید سمجھ لیا جاتا ہے غور کرنا چاہیے کہ اگر بفرض محال واقعہ خرقہ
پوشی صحیح ہوسکتا تو حضرت فخر الکاملین شاہ علی احمد صاحب کو ایسا خط جس مین معترض کے جد محترم
کی شکایت ہو ہرگز نہ لکھتے جبکہ اونھین نے اونکی نے حضرت مقتدای جہان سے سب تحریر
مطابقہ صفحہ ۲۱ کاشف الاسرار خرقہ پوشی کیلئے تحریک بھی کی تھی اس شہادت سے بھی اون

تحریرات کا مصنوعی ہونا ثابت ہوگیا۔

معترض کی تمام تقریر کا خلاصہ یہ ہے کہ اون کے دادا پیر حضرت فخر الکاملین ہی کی ذات معاذاللہ تمام تر ان واقعات کی باعث ہے تو پھر معلوم نہیں کہ ایسی ذات سے رشتہ ارادت وبیعت قائم کرنے کے کون وجوہ اون کے بزرگان کو پیش آئے اور معترض نے تو غالبًا شجرہ عطیہ پیر ومرشد بوجہ حضرت فخر الکاملین کے نام نامی سے شروع ہونے کے تلف اور اپنی بیعت فسخ کر ہی دی ہوگی۔

اب یہ کہ معترض کے جد محترم کے صبر وسکون سے اوس کا انسداد ہوتا رہا تو اس کی یہ حالت اس سے ظاہر ہے کہ ۱۳۰۹ھ میں حضرت مقتدای جہان کی وفات کے بعد ہی معترض کے جد محترم نے تکیہ کی تنظیم وشیرازہ بندی کو درہم برہم کرنے کی فکر میں کی اور شیخ واجد علی و محمد حسین کو مختار کر کے مقدمہ بازی کی تیاری شروع کر دی جس پر منشی امتیاز علی صاحب مختصر علیہ ہو کر تقسیم باہمی کر دی تاہم انسداد شورش نہ ہونے پر جناب مولوی ناصر علی صاحب علوی کاظمی نے پھر فیصلہ کیا جس کا ثبوت متعدد تحریروں سے دیا جا سکتا ہے یہاں اون سب سے قطع نظر کر کے صرف معترض کے حضرت استاد و پیر ومرشد قدس سرہ کا ایک والا نامہ جو منشی شکور احمد صاحب امیٹھوی مقیم حال کاکوری کے نام ہے نقل کیا جاتا ہے جس سے معترض کے قول کی تردید ہو کر معلوم ہو جاویگا کہ صبر و سکوت سے معترض کے حضرات مرشدین کام لیتے رہے یا معترض کے ایسے مریدین۔

بخدمت بہ عنایت و محبت منشی صاحب شفیق بیدل و جانم منشی شکور احمد صاحب، دالت لطفہ و قدرہ از فقیر زادہ حقیر علی اول سلام مسنون و دعا ہای حصول مقصود و مطلوب واضح باد کہ سو قت رشید میاں سانک پہنچے اور انھوں نے نامہ محبت دیکر خوشوقت کیا اوس کو پڑھا اور نوید مع الخیر ہی آپ سب کی سن کر خوش و مطمئن خاطر ہوگیا آپکے خطرہ کا جواب یہ ہے کہ اور بالکل ٹھیک مرد، واقعی بات ہے کہ دونا حضرت کو مجھے و میرے کل بٹے داؤں سے ایک خلش خام فطری ویسی ہی ہو جیسے کہ باہم اپنا میں ایک دوسرے کو رشک و حسد ہو کرتا ہے میں کیا بتاؤں اور کس کس کو کہوں جس کو انھوں سے

ہزاروں گالیاں نہیں دی ہیں اور خود میرے حضرت والد ماجد کو وہ کچھ فرمایا ہے اور بہت فرماتے ہیں کہ جس کے سننے سے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں بس تو امام بخش ومنا بچوروالے کیا ہیں آپ فی الحقیقت کچھ بھی خیال نہ کریں یہ بالکل بادر ہوا امر ہے اس کا کوئی اثر ہے اور نہ ہو سکتا ہے اس خلاد کو تو آپ بالکل نائی ہی نہیں میاں دات الدین کو سر محفل وہ گالیاں دے چکے ہیں غرض بلا رورعایت کسنادینا کرادن کی زبان سے کوئی بچا ہی نہیں اس کو بالکل کچھ بھی خیال نہ کیجئے حضرت صاحب نے بھی یہی ارشاد فرمایا ہے کہ یہ مجذوب کی بڑ ہے نہ اوس پر خیال ہو اور نہ رنج والسلام مورخہ ٢٢ ماہ ربیع الاخر روز یکشنبہ سنہ ١٣١ھ از کاکوری محمد علی انور عفا عنہ ۔

آنحضرت کی تو وہ شان ہے کہ قرابت ایک طرف جب ارادت ہی کا لحاظ وخیال نہیں کرتے تو پھر خواہ مخواہ قرابت وارادت کا مرثیہ دھوکہ دینے کیلئے کیوں پڑھتے ہیں ؎

بار است بیان آنچو سحر باید بود | یا صعترن فتنہ وشر باید بود
در شیخچنین حیلت وکیادی خویش | دو چشم پر از خون جگر باید بود

قولہ صفحہ کشف سوم مضافات ومخترعات تحریری ۔ حوض الکوثر تکملہ ۔ انشا اللہ ہر چند جسقدر انفاق ہیں اون سب سے اعلیٰ شگوفہ یہ ہے کہ خلفائے مخصوصین کی سرخی لکھکر ایک عبارت لکھی گئی ہے جو ہر حیثیت سے نمونہ لطافت وآئینہ فصاحت ہے اوس کا لب لباب یہ ہے حضرت مولانا شاہ تقی علی قلندر ودیگر خلفاء کی حضرت شیخ المشائخ مولانا شاہ تراب علی قلندر کے بھائی تھے اور حضرت مولانا شاہ حیدر علی قلندر نے توبالان ؛ لیکن یعنی تجدید خلافت کے یہ واقعہ ہے بر عکس ہے خلفا حضرت موصوف نے تجدید خلافت حضرت مولانا شاہ تقی علی قلندر سے کی اور اس واقعہ کو بارہا میں نے خود حضرت مرشدی کی زبان سے سنا ہے اب جب شیخ اصغر خود وہ اپنے والد بزرگوار کی خلافت حاصل کر چکے تھے ، وہ نہیں حاجت کیا تھی کہ تکرار کرتے ۔

حوض الکوثر کے سب سے اعلیٰ شگوفہ نے تو معترض کا دماغ ایسا مختل کیا کہ باید وشاید خلفائے مخصوصین کی سرخی کے بعد وہ عبارت ہی نہیں ہے جس کے متعلق نمونہ لطافت وآئینہ فصاحت ہونا لکھا گیا

ہے۔ خلفاء مخصوصین کی سُرخی حضرت غوث ملت کے حال مین صفحہ ۲۰۶ مین ہے اور جس مضمون کا لب لباب لکھا گیا ہے وہ صفحہ ۲۰۷ کا ہے جہان پر کہ خلفاء ومجازان حضرت قطب الافراد کے نام تحریر ہین در دیگر را حافظ نباشد۔ خلفای مخصوصین کی سرخی کے نیچے صرف خلفاء کے نام درج ہین اور کوئی عبارت نہین لکھی ہے معلوم ہوتا ہے کہ روض الازہر و حوض الکوثر کا مطالعہ نہ منصفانہ یا مستفیدانہ بلکہ حاسدانہ و معاندانہ حیثیت سے کیا گیا اس سے جو مضمون لکھا گیا وہ غلط اور جس امر کی تکذیب کی گئی وہ بھی۔ فقرا معترض کو جب تردید کا ایسا ہی شوق تھا تو ذرا غور سے کتاب دیکھنا چاہیے تھی جس امر کے متعلق کہا جاتا ہے کہ یہ واقعہ خود ہی برعکس ہے یہ قول اور اسکی تائید مین یہ دوسرا قول کہ "اُس واقعہ کو بارہا مین نے" الخ دونون غلط ہین معترض کو اپنے حضرت پیر و مرشد کی خدمت مین حاضری جیسے کچھ نصیب ہوئی وہ پہلے بیان کی جا چکی ہے۔

حضرت قطب الافراد کی موجودگی مین حضرت مقتدای جہان کا ایسی جسارت کرنا کسی طرح عقل قبول نہین کرتی کیونکہ حضرت مقتدای جہان اپنے برادر بزرگ اور استاد کی موجودگی مین باقتضای ادب و خوردی کبھی ایسی جسارت کر ہی نہین سکتے تھے جس کے ادب کا یہ حال ہو کہ وہ اپنے خادم سے گیروی ٹوپی و رومال رنگتے وقت یہ کہے کہ بھائی کی ٹوپی سے میری ٹوپی کو رنگ ہلکا رکھنا وہی اپنے برادر بزرگ کی موجودگی مین ایسا کرے یہ کسی طرح وہم مین بھی نہین آتا۔ بغور دیکھا جائے تو بحیثیت خلافت سب برابر تھے اگر شان امتیازی تھی تو بلحاظ قائم مقامی و سجادہ نشینی صرف حضرت قطب الافراد کی ذات مین اور خلفاء حضرت غوث ملت کی تجدید خلافت حضرت قطب الافراد سے کوئی نئی بات نہ تھی اسی طرح حضرت عارف باللہ کے خلفاء نے حضرت غوث ملت سے تجدید خلافت کی۔

اب یہ کہ شیخ اصغر کو کیا حاجت تھی۔ تو یہی اور خلفا کو بھی حاجت تھی اون کا یہ فعل محض ادب و خلوص سے تھا معترض چونکہ اس لطف ادب و خلوص سے محض نابلد ہین لہذا ایسے امور مین اُلجھتے ہین اسی طرح اگر معترض کے جد محترم کو اپنے حضرت والد بزرگوار سے اجازت تھی تو پھر جناب

مولوی رکن الدین صاحب لاہرپوری سے اُنہیں تجدید خلافت کی کیا ضرورت خاص تھی کیونکہ اونھون نے کسی جدید سلسلہ کی اجازت نہین دی تھی بلکہ اوسی سلسلہ کی اجازت دی تھی جو معترض کے جد محترم کو بقول معترض پہلے ہی سے حاصل تھی اس کے علاوہ خود معترض نے اپنے والد ماجد کے خلفار کی بھی بحوالہ اون کی تحریر کے تجدید خلافت کی جیساکہ معترض کی بعض تحریرات سے معلوم ہوتا ہے

قولہ دوسرا واقعہ امامت ہے اور وہ یہ ہے کہ حضرت شیخ اصغر نے مرض الوصال مین حضرت مرشدی کو اپنا عمامہ مرحمت فرماکر ارشاد فرمایا کہ تم تکیہ شریفہ کی امامت کیا کرو چنانچہ مدت بعمر وہ اسکے پابند رہے حالانکہ مشاہدہ اس کے برعکس ہے اکثر مخلصین درینخین واقعات اس امر کو دیکھا ہے کہ حضرت شاہ واجد علی قلندر مدۃ العمر امامت کرتے رہے اون کے وصال کے بعد حضرت مرشدی نے امامت کی۔ علاوہ برین امامت کے لئے واقفیت مسائل نماز شرط ہے اس مین کوئی خصوصیت نہین اور نہ امامت جانشینی کا قصہ ہے خود انسان کسی امر کو قایم کرے لیکن بلا اصول قایم نہین ہو سکتا علیٰ ہذا امامت ہے۔

کیا لطف کی بات ہے کہ پوری عبارت غور سے نہین پڑھی محض ایک جملہ پر اعتراض کر دیا صاحب تکملہ کب یہ تحریر فرماتے ہین کہ مین سب وقت نماز پڑھاتا ہون بلکہ اونھون نے تو یہ تحریر فرمایا ہے کہ حضرت مقتدای جہان نے اپنا عمامہ مجکو نماز جمعہ وعیدین پڑھانے کے لئے عطا فرمایا۔ چنانچہ یہ واقعہ ہے اور اس کے شاہد کثیر التعداد اصحاب موجود ہین کہ مسجد تکیہ شریف مین نماز جمعہ وعیدین وہی پڑھاتے تھے معترض کے جد محترم نے کبھی نہین پڑھائی وہ جب کبھی یہان موجود ہوتے تھے تو پنجوقتی نماز پڑھاتے تھے چونکہ بیشتر سفر مین رہتے تھے تو پہلے پنجوقتی نماز مولوی سکندر رضا صاحب خانپوری پڑھایا کئے اونکے بعد مولوی منصب علی صاحب معترض کے ابتدای اوستاد پڑھاتے رہے۔

اب رہا مسئلہ امامت تو غالباً معترض اس سے بھی زیادہ واقف نہین اگر واقفیت ہوتی تو یہ نہ لکھتے کہ واقفیت مسائل نماز شرط ہے اس مین کوئی خصوصیت نہین، ملاحظہ ہو ترجمہ شرح وقایہ و در مختار اوس سے ازالہ شبہات ہوجاویگا اور امامت کو جانشینی کا قصہ سمجھنا کوئی قابل اعتراض امر نہین

حضرات مشایخ اسی امامت سے جانشینی کے ثبوت میں یہ حدیث پیش کرتے ہیں کہ حضرت رسالتمآب
صلعم نے اپنے مرض الوصال میں فرمایا کہ مروا ابابکر فلیصل بالناس جس پر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا
نے عرض کیا کہ وہ بہت رقیق القلب ہیں ان سے آپ کی جگہ پر کھڑا نہ ہوا جاویگا کسی اور کو حکم ہو مگر
پھر بھی دوبارہ ارشاد ہوا آخر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے امامت کی یا حضرت مولانا عبدالرحمن
صوفی لکھنوی نے اپنے انتقال کے وقت باوجودیکہ اکثر اونکی مرید و حلقہ بگوش علما اوس وقت
موجود تھے مگر اپنی دستار خلافت شاہ فتح علی صاحب اپنے خادم ہی کو دیکر نماز جمعہ پڑھانیکا حکم
دیا اور مولانا صاحب کے وصال کے بعد جملہ مریدین و خلفا نے اسی امامت و دستار عنایت
کرنے کی وجہ سے اون کو مولانا کا جانشین تسلیم کیا اسی طرح اور واقعات بھی حضرات بزرگان دین
کے ہیں جو ناظر ملفوظات مشایخ پر مخفی نہیں۔

قولہ بعد چند جناب وا بنابر حصر خرقہ مخصوصہ خود بفقیر مخصوص عنایت کردند۔ اور خلفاء کی جماعت
ثبوت امامت کے سلسلہ میں حضرت مرشدی کا نام درج کیا گیا لیکن اوس سے مقصود کوئی حاصل ہوا نظر
نہ آیا اوس وقت خانہ خالی کیا گیا عبارت مذا پڑھالی گئی جس کا خلاصہ یہ ہے کہ سجادگی حضرت
شیخ اصغر کی اس طرح سے ملی اور اس خوبی کے ساتھ کہ دعوے ہی ودگی نہیں البتہ خلافت کبری کا اظہار
اور سجادگی کا خیال اس میں مضمر ہے مگر وہ کسی طرح سے ثابت نہیں ہوتی بلکہ مخالفت کے لئے
حجت و دلیل ٹھہری معنی اس عبارت کے یہ ہیں کہ حضرت شیخ اصغر نے اپنا لباس حضرت مرشدی
کو خاص کر مرحمت فرمایا۔ شیخ وقت جسے خلیفہ کرتا ہے اوس کو اپنا لباس خاص پہناتا ہے اور وہ شخص
بھی خلافت کے اعتبار سے مخصوص ہوتا ہے البتہ صاحب سجادہ جو شخص کیا جاتا ہے اوسی اکابر
سنت کا لباس پہناتے ہیں اور سجادہ نشین کرتے ہیں مویدات کے معمولات خاندانی ہیں۔

لیکن مقاصد کے مضمر جو مضمون پایا جاویگا اوسی اضافات و مخترعات کا خطاب دیدیا جائیگا
معترض کے حضرت پیر و مرشد کا اس ارشاد سے مطلب ہرگز اظہار سجادگی نہیں کیونکہ دوسرا سجادہ
تھا ہی کہاں جس کے وہ دعویدار ہوتے جیسا کہ سابقاً بحوالہ شرائط الوسائط لکھا جا چکا البتہ خلافت

کا اظہار ہے جو معترض کے نزدیک بھی تسلیم ہے اور صاحب سجادہ کو اکابر سلف کا لباس پہنایا جانا
اس خاندان کاظمیہ میں تو معمول نہیں ہے ممکن ہے کہ کسی اور خاندان ولایت میں ہو تو ہو یہاں
تو یہ دستور ہے کہ بروز سیوم جو کوئی جانشین ہوتا ہے وہ اپنے شیخ کا خرقہ ملبوسہ پہنتا ہے نہ کہ
اور بزرگان ماسبق حضرت عارف باللہ یا حضرت کلید عرفان کا۔

قولہ صفحہ ۳۵ نفحات العنبریہ میں نفائس القلندریہ کے تحشیات مندرجہ علی المقدمہ ستائی ہیں چنانچہ
صفحہ ۴۰۰ میں مولف صاحب لکھتے ہیں "حسب وصیت" آپ کا لباس حضرت قطب الاقطاب
مولانا حافظ شاہ علی انور قلندر کو پہنایا گیا وصیت اور خواب وہی دلیلیں تمام دعوات فرضی اور
غزات لایعنی کے میں خواب کی تمثیل میں بیان کرچکا ہوں اب رہی وصیت اوس کی کیفیت قابل
ملاحظہ ہے یہ وصیت سجادگی کی ہے اس واسطے کہ دستور قدیم ہے کہ سجادہ سابق کے سیوم کے
روز اوسی کو لباس پہناتے ہیں جو جانشین اور سجادہ کیا جاتا ہے لہذا مراد لباس سجادگی و جانشینی
ہے دگر امر نہیں اور وصیت اس امر کی خود سجادہ سابق کی دوسری کے نہیں جس سے خلافت کے
معنی پیدا ہوں تو مطلب یہ نکلا کہ حضرت مستطاب مولانا شاہ تقی علی قلندر نے وارث حقیقی کو
ورث سے محروم کیا اور غیر وارث کو مستحق قرار دیا عقل اسے باور نہیں کرتی کہ ایسا متبحر عالم اور
شیخ کامل اور تصداً اوس نے اتنا بڑا مواخذہ اپنے سر لیا۔

مولف نفحات سے تو معترض کو ایک خاص عناد ہے نفحات میں جو کچھ لکھا گیا ہے جس سے متقدم
بار یہ واقعہ سنا گیا اوس کا نام بھی آخر میں لکھ دیا گیا اب انصافاً و قاعدۃً وہ معترض نے اس لزامت بری
ہے، در محض یہی واقعہ نہیں بلکہ جو جو واقعات نفحات میں لکھے گئے دان کی سند بھی لکھدی گئی ہے پھر
بھی مولف نفحات کو مذموم بنانا یہ معترض کے عناد کی کافی دلیل ہے نفحات میں تو جناب مولانا فرید مینا
خان صاحب محدث کاکوروی استاد معترض کا بیان لکھا گیا تھا اب اوسی کے تائید میں حضرت فخر مائین
کا ایک صحیفہ پیش کیا جاتا ہے اس کو معترض اپنی ہٹ دھرمی سے چاہے نہ مانیں مگر وہ حضرت انصاف
پسند تو مانیں گے اور مولف نفحات کو بری الذمہ جانینگے۔

یہ تحفہ مولوی عبدالغفار خان معروف بقندہاری خان خالصپوری محب حضرت مقتدای جہاں کے نام ہے۔

مخدوم و مکرم جناب قندہاری خان صاحب بادمہ اللہ عنایتکم۔ فقیر خستہ جگر گرد غم دید بعد تسلیم عرضہ دہ است کہ صحیفۂ عنایت دقیقہ بہ رسم تعزیت مرہم زخم دلم شدہ ازسانحہ پیش آمدہ دلم بہ پہلو نماندہ ہنوز از ماتم اسلاف ہمدوش آرام بودہ کہ آسمان مصیبت بر من افتادہ واحسیتاہ وادیلاہ نہ دانستم کہ برای روز سیہ دیدنی زندہ بودہ ام حیف سایہ پدری از سرم رفتہ بمیدان حشر فتادہ قافلہ سالار سفر فرمودہ قافلہ زیر و زبر شدہ افسوس خرمن جمعیت سوختہ بجز رضا و تسلیم وظیفۂ عبودیت ندیدہ انا للہ وانا الیہ راجعون گفتہ تاریخ ۱۰ ربیع دوشنبہ بعد دوپہر قریب یک ساعت مردانہ قطع مرحلہ فرمودہ داخل خلد برین شدند پاس شب برآمدہ پایین روضۂ مطہر جناب شرزی بحضرت برادر آسودند فقیر خستہ و دلگیر در سوم بحضور صد ہا ہا ار دست بستہ بعنوان شایستہ بعالی خدمت بطور اعلان عرض نمودہ بپاس حضرت ولی نعمت جناب والد قدس سرہ جناب برادر صاحب قبلہ مولانا شاہ واجد علی صاحب را اندرون مسجد شریف پوشانیدہ از طرف خود اجازت و خلافت دادہ و حسب ارشاد ہدایت بنیاد حضرت قدر قدرت جناب مولانا و مرشدنا مولوی صاحب نور اللہ مرقدہ خرقۂ خلافت و قائم مقامی برخوردار نور نظر مولوی حافظ علی انور سلمہ را ہمان مجلس بخشیدہ بموجب فرمودۂ حضرت قلندر صاحب تجویز نامہ باب ارادت قائم مقام حضرت مولانا قدس سرہ نمودہ خود را بر طریقہ طاعت دادہ پاسبانی آستانہ مایہ افتخار دانستہ چونکہ بجناب ماجرای غم خود میدانم عرضہ نمودم از مجمع آیندگان فہرست ندادم زیادہ بجز تسلیم چہ عرضہ دہم از جناب برادر صاحب قبلہ مولانا شاہ واجد علی صاحب نور نظر حافظ علی انور سلام و تسلیم موصول باد و بعد فرصت از عقب عرضہ دہ خواہد بود طالزمان گرامی دعا فرمانید کہ حفظ خاندان از شر زمین و زمان گردد فقیر بمصالح دفع شر و سد باب فساد این طریقہ تجویز نمودہ و بعمل آوردہ ورنہ اہل عناد و کین بودند و برای مینو استند احقر بمصلحت وقت عمل نمودہ مگر عین

خادمین خود را دانستہ بطریقہ، مائل نمودہ باس فقیر بہرہ صاحبان پرشاید، والتسلیم راقم خستہ بگر علی اکبر غفرہ اللہ بالخیر و ظفر۔

اس تحریر اور مولف نفحات کے نقل کردہ واقعہ مین صرف یہی فرق ہے کہ اوس مین حافظ وجیہ الدین صاحب کے ہاتھ سے خرقہ پہنوانا مذکور ہے اور اس مین خود حضرت فخر الکاملین کا پہنانا مسطور ہے اس تھوڑے فرق سے کوئی خاص اثر عدم ثبوت نفس واقعہ پر نہین پڑتا۔

اب یہ کہ حضرت مقتدای جہان نے وارث حقیقی کو محروم کر کے غیر وارث کو کیون دیا تو اسکے جو وجوہ و اسباب تھے اون سے خود معترض نیز تمام واقفین آگاہ ہین اس کو پوچھنا گڑے مردے اوکھڑ وانا ہین اون وقعات پر تو پردہ پڑا رہنے دینا ہی بہتر ہے معترض لاکھ فرضی اصلاحون سے اوس کی اصلاح کرنا چاہین مگر وہ ہو نہین سکتی ذلک تقدیر العزیز العلیم ؎

عجوز تمنت ان تصیر فتیۃ | وقد یبس الجنبان احدودب الظھر
فجاءت الی العطار یوما تریدہ | ولن یصلح العطار ما افسد الدھر

قولہ سمجھ مین نہین آتا کہ ایسا سخت معاندہ حضرت سلطان جی لپٹ سرکیون یا اس جواب پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ ہم سجادگی کو کہان کہتے ہین تو اس کا ثبوت دین سے چکا ہوت اب رہا یہ مرکہ [illegible] جائداد نہین جو ترکہ مین محسوب ہو اس کا جواب یہ ہو کہ متروکہ جملہ شیا سجادہ ہو یہ کیتی نہ یہ تبرکات یا جائداد جملہ متروکات ترکہ مین شرعا محسوب ہین وہ مثل حضور اقدس کے ما ترکنا [illegible] صدقۃ آپ نے فرمایا نہین پھر ترکہ ہی ٹھہرا اور ترکہ کا مالک مستحق پسر ہے غیر خقدار نہین خود ذاتی [illegible] کسی واسطے سے شتت سے استحقاق نہین ہو سکتا زن طرحت سے ممکن ہے کوئی صورت [illegible] گئی ہو تو اس کا جواب یہ ہے کہ جوار شرخانا۔ ولہ وہ [illegible] ہوگا [illegible] شریعت کے احکام سے ہی یہ دعوہ بیہودہ ٹھہرتا ہے اگر خانہ ساز طریقت ہے تو وہ مضمون ہی دوسرا ہے اسکی تصریح کشف ششم مین کیجائے گی اور حجت واقعی و براہان قوی سے ثابت کیا جائے گا ؎

چو غلام آفتابم ہمہ ز آفتاب گویم | نہ شبم نہ شب پرستم کہ حدیث خواب گویم

معلوم نہیں کہ اس فعل سے حضرت مقتدای جہان کیوں مستوجب مواخذہ سمجھے جاتے ہیں کوئی
باپ کبھی ٹھنڈے دل سے اولاد کو اپنی شفقتوں سے محروم کر دینا نہ چاہے گا مگر جب مجبور ہو جائے گا
تو آخر الدار الکی پر عمل ہی کریگا قابل مواخذہ تو جب بھی نہوت کہ جب اپنی جائداد منقولہ وغیر منقولہ
وغیرہ بھی دیدیتے اور یہ تو اونھوں نے کیا بھی نہیں کیا ان کا متروکہ معترض کے جد محترم نے نہیں
پایا وارث اپنی مورث کے مال کا مالک بعد اس کے ہوتا ہے اگر مورث زندگی میں اپنی کوئی چیز کسی کو
عطا کر دی تو ورثہ کو موت پر کسی قسم کا حق اعتراض نہ شرعاً ہے نہ عرفاً یہ تو ظاہری متروکہ کا حال ہے۔
اب رہی عنایت باطنی و فیض ولایت تو اس کا شمار ترکہ میں نہیں یہ تو خدا کی عنایت ہے جس کو خدا دے
دے اگر یہ بھی وراثت کے حکم میں ہوتا تو سادات کے سوا کوئی ولی نہوتا اکثر بزرگوں نے اپنی اولاد
کو خلافت دینا چاہی مگر بحکم الٰہی مجبور تھے نہ دے سکے چنانچہ فتح الکنوز مولفہ حضرت شاہ محمد کاظم قلندر قدس سرہٗ
حضرت شاہ تراب علی قلندر قدس سرہما صفحہ ۹۷ میں ہے

"و قطب نمیتوا ند قطبیت بہر کہ خواہد بدہد بعضے اقطاب از حق تعالیٰ خواستند کہ قطبیت را بہ
پسر خود بدہند ہانت آورد ند کہ این نمیشود مگر در ارث ظاہر و لیکن ارث باطن پس این بسوی حق است
او بہر کہ خواہد بدہد"

اگرچہ یہ عبارت قطبیت کے متعلق ہے لیکن بالفعل نے اس سوال کے جواب کو جس اصول پر
مبنی کیا ہے وہ ایک کلیہ ہے یعنی ارث باطن کو ترکہ ظاہری پر قیاس نہ کرنا چاہیئے و نیز دیگر
حضرات بزرگان دین کی کتابیں و ملفوظات دیکھنا چاہیئے۔

معترض کے بعض دعوے تو ایسے ہوتے ہیں جن پر بے ساختہ ہنسی آجاتی ہے معترض کو صرف
ترکہ و ورثہ ہی مانگنا آتا ہے وہ حضرات بزرگان دین کی لطافت و نزاکت سے کیا واقف حضرت
سلطان المشائخ محبوب الٰہی اپنے پیر و مرشد حضرت شیخ فریدالدین گنجشکر سے عوارف پڑھتے تھے ایک
روز بعد درس کے حضرت سلطان المشائخ نے عرض کیا کہ میرا نسخہ عوارف حضور کے نسخہ سے بہتر ہے
حضرت بابا صاحب منقبض ہو کر خاموش ہو گئے معاً حضرت سلطان المشائخ کو بھی کیفیت باطنی میں

انقطاع فیض کی حالت محسوس ہونا شروع ہوئی اور اس مین اس قدر زیادتی ہوئی کہ بیقرار ہوگئے آخر جب حضرت بابا صاحب سے معافی مانگی تب وہ حالت رفع ہوئی اس کے علاوہ اور بھی واقعات ہین پہلے کتابین دیکھ لینا تھین پھر کچھ رائے زنی کرنا چاہیے تھی ۔

مگر یہ نہ کھلا کہ یہ خانہ ساز طریقت کس قسم کی ہے کیا وہ جس کے رو سے یہ جعلی اجازت نامے بنائے گئے تو یہ معترض ہی کو سزاوار ہو۔

اور اس آفتاب پرستی ہی نے تو معترض کی نظر مین دنیا ایسی اندھیر کردی ہے کہ اچھا برا کچھ سجھائی نہین دیتا اگر بجائے آفتاب پرستی حق پرستی کیجاتی تو حق باطل کی تمیز ہوتی مگر جب استعداد ہی نہو تو کیا کیا جائے ؎

گوہر پاک بباید کہ شود قابل فیض ورنہ ہر سنگ و گلے لولو و مرجان نشود

معترض خود اپنی ایک تحریر مین تو یہ لکھتے ہین کہ "سجادہ نشینی ترکہ پدری نہین جس مین احکام وراثت جاری ہوسکین" اور پھر یہان لکھتے ہین کہ "جملا اشیا سجادہ ہو یا کتبخانہ جملہ متروکات ترکہ مین محسوب ہین" معلوم نہین کہ کون قول صحیح ہے پھر اسی تحریر مین بعد عبارت مذکورہ لکھنے کے شرائط الوسائط کی عبارت تائید مین لکھکر لکھتے ہین ۔

"حضرت موصوف الصدر نے اس فقرہ سے کہ حتی الامکان دل بدادہ خورد ومند این ابہام کو کھول دیا کہ سجادہ نشینی موقوف اولاد پر نہین ہے اگر اولاد قابلیت و اہلیت سجادگی نہ رکھتی ہو تو غیر کو اہلیت ہے۔ وظائف کی بکت جو دی جانے کی اور ترکہ شرعی تو اس صورت بر عکس ہے کیونکہ اس مین وراثت مشروط است نہ کہ اہلیت دوسرے مقام پر بھی حضرت قطب الاولیا مولانا شاہ تراب علی قلندر احکام سجادگی کے تذکرہ مین فرماتے ہین کہ سجادہ نشینی موقوف بہ لیاقت است موروثی نیست"

حضرت مولانای رومی بھی یہی فرماتے ہین ؎

گفت حق بے ملکہ لاانساب شد زہد و تقوی فضل را محراب شد

این نہ میراث جہان فانی است ۔ کہ بانسابش بیابی جانی است
بلکہ این میراثہای انبیاست ۔ وارث این جانہای اتقیا است
پور آن بوجہل شد مومن عیان ۔ پور آن نوح نبی از گمرہان

یعنی زہد وتقوی وفضل وبزرگی دنیای فانی کی میراث نہین ہے کہ نسب کے ذریعہ سے لے جیسا کہ آیہ کریمہ سے ثابت ہوتا ہے ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم لہذا خرقہ اگر داخل میراث سمجھا جاتا تو ہرگز اولاد کے ہوتے ہوئے دوسرے کو نہ دیا جاتا حالانکہ معترض نے خود بحوالہ شرایط الوسایط صفحہ ۴۴ مین لکھا ہے کہ

"با وجود لیاقت پسر بدیگرے کہ پُر لیاقت باشد سجادگی وخلافت مید ہند وخلیفہ میسازند"
سچ ہے ؎ خشم وشہوت مرد را احول کند + زاستقامت روح را مبدل کند

قولہ کشف چہارم حالات علی حضرت مولانا شاہ وجہ علی قلندر قدس سرہ الاطہر محبوبیت خاص ومقبولیت باختصاص کی دلیل اس سے زیادہ کیا ہوسکتی ہے کہ حضرت شیخ اصغر کی حیات ہی سے عام آپ کا گرویدہ ومعتقد تھا تصنیفات وتالیفات کی جانب کبھی میلان خاطر نہین ہوا تمام عمر ریاضت ومجاہدات کرتے رہے اجازت وخلافت سلاسل سبعہ کی آپ کو اپنے جد نامدار وعم عالی مقدار اور والد بزرگوار سے حاصل تھی علاوہ انحضرات کے آپ حضرت مولانا شاہ رکن الدین قلندر لاہرپوری خلیفہ ارشد حضرت مقتدای جہان وحضرت شاہ علی اکبر قلندر الہ آبادی سے مجاز تھے اور شال سلاسل سبعہ کو بھی ان دونون حضرات نے مرحمت فرمائی تھی شال کا دستور خاندان قلندریہ مین کم رہا ہے چنانچہ دو دو ان کو حصہ مین خصوصًا حضرت مولانا شاہ تراب علی قلندر نے اپنے صاحبزادگان کو شال مرحمت فرمائی ہے اور اسی کا تتبع حضرت شیخ اصغر مولانا شاہ تقی علی قلندر نے کیا ہے کہ اپنے خلف صالح کو بعد لباس سجادگی شال مرحمت فرمائی اور خلفا مین حضرت حضرت مولانا شاہ رکن الدین قلندر لاہرپوری کو۔

جب سوانح مختصر کی کسی نے باوجود مفت تقسیم ہونے کے نہ قدر کی اور نہ پڑھا تو اب یہ صورت اختیار کی گئی کہ شاید اسی طرح اضافات کام دیجائین تو بجائے کام دینے کے اور قلعی کھل گئی لکھنے

تو بیٹھے سے تردید تکمہ حضرت پیر و مرشد وغیرہ اور اب لکھنے لگے اپنے جد محترم کے حالات ۔

آن ہر سہ حضرات سے حصول خلافت کی سند یا تو تحریری پیش کرنا چاہیے تھی یا تقریری
حضرت والد بزرگوار سے حصول خلافت کا ثبوت فرضی پیش کیا گیا ہے کم سے کم کوئی ملفوظ ارشاد
ہی آنحضرت کا اس بارہ مین لکھدیا گیا ہوتا ۔

جناب مولوی رکن الدین صاحب بیشک حضرت مقتدای جہان کے خلیفہ تھے مگر اوس
اجازت نامہ عطیہ حضرت مقتدای جہان سے اون کا صاحب خلافت کبری ہونا ثابت نہین ہوتا
ملاحظہ ہو عبارت اجازت نامہ ۔

اما بعد حمد و صلوۃ پس میگوید فقیر خادم العلماء والصوفیۃ الصافیۃ والمتمسک باذیالہم العلیۃ تقی علی
ابن قطب الوقت شاہ تراب علی قلندر علوی کاظمی کہ برادر دینی مولانا السید رکن الدین ابن السید
مولانا معین الدین را اعطاء خرقۂ فقر کردم و شناہای سلاسل سبعہ با آنہا نوشتہ سپردم باید کہ
طالب را در ہر سلسلہ کہ درخواست بیعت نماید بیعت کنند و خرقہ دہند مجاز ہستند واذن

سمجھ مین نہین آتا کہ جناب مولوی رکن الدین صاحب سے پھر دوبارہ اونہین سلاسل کی اجازت
لینے مین کیا مخصوص فائدہ تھا اور اس سے کیا جدید بات حاصل ہوئی کیا معترض کے جد محترم اپنے
والد بزرگوار سے اجازت و خلافت پانے کو کافی و معتبر نہین سمجھتے تھے یا جناب مولوی رکن الدین
صاحب اون کو اپنے پیر و مرشد کا خلیفہ نہین سمجھتے تھے معلوم ہوتا ہے کہ مجاز و خلیفہ ہونے کو ایسا
ہی خیال تھا ورنہ وہ لپنے اوس اجازت نامہ مین جو حکیم شرف حسین صاحب کو دیا کبھی یہ نہ لکھتے ۔

بعد وصال ہمارے والد شریف کے حضرت شاہ رکن الدین قلندر کہ خلیفہ ہمارے والد شریف کے
تھے برسم تعزیت ہمارے مکان پر تشریف لائے حسب دستور ایک دوپٹہ ہمارے سر باندھا اور نذر
ہم کو دی اور ہمارا ہاتھ پکڑ کے سجادہ پر ہم کو بٹھایا اور یہ فرمایا کہ جو کچھ ہمارے والد شریف سے
ہم کو بعد بنجاب تحریراً و تقریراً ملی کی ہم تم کو اجازت دیتے ہیں مین نے تسلیمات کیا اور نذر
دی بعد اس کے مکان پر سے جاکر جو شال کہ ہمارے والد شریف نے اون کو لکھ دی تھی وہ اپنی

طرف سے ہم کو کچھ کے پہنچی اس جہت سے وہ ہمارے پیر خرقہ اور پیر اجازت ہوئی۔

اس عبارت کو پڑھنے سے یہ اعتراض پیدا ہوتا ہے کہ جب معترض کے جد محترم کو بقول معترض حضرت مقتدای جہاں اپنی حیات ہی میں لباس پہنا کر اپنا قائم مقام کر چکے تھے تو ان کی وفات کے بعد جناب مولوی رکن الدین صاحب نے کس قاعدہ سے ان کا ہاتھ پکڑ کے ان کو سجادہ پر بٹھا کے یہ فرمایا کہ "جو کچھ ہم کو تمہاری والدہ سے پہونچا اس کی ہم تم کو اجازت دیتے ہیں" کیا ان کو یہ معلوم نہ تھا کہ ان کی والدہ ان کو اپنی زندگی ہی میں اپنا قائم مقام کر چکے ہیں۔ اگر خلافت و خرقہ پوشی ہو چکی ہوتی تو وہ غالباً کبھی ایسا نہ کرتے اور نہ یہ کہتے کہ "ہم تم کو اجازت دیتے ہیں" اس لفظ "ہم" سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ معترض کے جد محترم کو اپنے پیر و مرشد کا خلیفہ نہیں سمجھتے تھے اگر سمجھتے ہوتے تو محض "ہم" نہ کہتے بلکہ "ہم" بھی کہتے اصل یہ ہے کہ یہ ساری گلکاریاں معترض ہی کی ہوئی ہیں۔

قولہ نقل شجرہ ای عربی و فارسی دستخطی حضرت موصوف متعلقہ حضرت مولانا شاہ واجد علی قلندر۔

الحمد للہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی خصوصاً علی سید الوری وآلہ وصحبہ بررۃ الاتقیاء وبعد فیقول الفقیر الحقیر تقی علی الکاظمی انی اعطیت الخلافۃ والبست الخرقۃ لولدی واجد علی ووضعت عمامۃ علی راسہ بانہ اہل النیابۃ واقمت فی مقامہ واجزت فی آداب الذکر کلھا یعنی الاعمال والاشغال والاوراد والقرات والاسماء المعمولۃ وجمیع السلاسل السعدی اشادیۃ والقلندریۃ والچشتیۃ والسھروردیۃ والفردوسیۃ والکبرویۃ والمداریۃ فی جمیع الانحاء والسلسلۃ النقشبندیۃ مع الفروع بتوسط ذاتہ وبغیرہ کما اعطانی واجازنی بی وشیخی مولانا شاہ تراب علی قلندر وہو عن شیخین الجلیلین مولانا شاہ محمد کاظم قلندر وہو مولانا شاہ مسعود علی قلندر بامجازان عن سید السادات سند السادات حضرت مولانا شاہ باسط علی قلندر الی ان ینتہی الی رسول اللہ صلعم انھم حجۃ اناس العارفین الکاملین الواصلین الراضین موحدین فجباتہ اماء المستغفرۃ والمشرب المتقوۃ واجعلنا من فرق الناجیۃ وطبقۃ الصوفیۃ الصافیۃ واجری لولدی الذی اجزناہ بھذہ السلاسل السعدیۃ وسلسلۃ النقشبندیۃ والاعمالی

والاشغال والاوراد المذکورۃ من کتب مستندۃ التعلیم الاسرار والاسناد المشیخۃ والملہم الصواب جمیعاً مقبولاً مبروراً راضیاً مرضیاً عندک داعیاً الیک بفضلک وکرمک یا اکرم الاکرمین ویا ارحم الراحمین رقمہ بقلمہ فقیر تقی علی من اوائل رجب المرجب سنہ تسعۃ وثمانین بعد الالف والمأتین۔

ایضاً فارسی۔

مخفی مبادکہ ازکمال شفقت وتمام رافت حضرت ابی وشیخی مولانا شاہ تراب علی قلندر وحضرت اخی محترمی مولانا شاہ حیدر علی قلندر برخوردار واجد علی سلمہ را ازجانب خود اجازت وخلافت سلاسل سبعہ مرحمت فرمودند لہٰذا من نیز ازجانب خود اجازت وخلافت سلاسل سبعہ دادم وقائم مقام خود کردم بوقت خود خرقہ بپوشد وبجای من نشیند اہل ما داخل طریق کند ونااہل را خارج از طریق نماید مرید ایشان مرید منست ومردود ایشان مردود منست حق است حق است فقیر تقی علی فقیر تقی علی فقیر تقی علی۔

معلوم نہیں کہ یہ دوسرا فارسی اجازت نامہ پہلے اجازت نامہ عربی کا ترجمہ ہے یا علیحدہ مستقل اجازت نامہ بہرحال اس میں شک نہیں کہ اجازت نامے بنائے تو اچھے گئے تھے مگر نہ جن پڑھے اول تو اس تحریر میں حضرت معتقدای بیان کی شان تحریر نہ دکھائی جا سکی اس کی عبارت ملاحظہ ہو اور اُس اجازت نامہ کی جو حضرت موصوف نے جناب مولوی رکن الدین صاحب کو تحریر فرمائی ہے یہاں اوس کی عبارت اوّل وآخر لکھی جاتی ہے درمیان کی عبارت چونکہ پہلے لکھی جا چکی ہے لہٰذا اعادہ کی ضرورت نہیں۔

الحمد للہ الذی انعم فاجزل واعطی فافضل نحمدہ ونستعینہ ونستغفرہ ونعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا من یہدی اللہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ہادی لہ واشہد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ واشہد ان محمداً عبدہ ورسولہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ الکرام واصحابہ العظام اجمعین قال اللہ تعالیٰ یا ایہا الذین آمنوا اتقوا اللہ وابتغوا الیہ الوسیلۃ وجاہدوا فی سبیلہ لعلکم تفلحون اما بعد ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

واوصیہ بتقوی اللہ ومجانبۃ الہوی والقیام باذکار المأثورۃ والاوراد المذکورۃ فی کتب مشائخنا رضی اللہ

علیہم اجمعین وکظم الغیظ الا فی اللہ ولزوم جادۃ السنۃ وترک السوال وان یعتقد فی المحدثین ومشائخ
الصوفیۃ الصافیۃ الاسلام خیرا وامر بالمعروف ونہی عن المنکر وترغیب الناس علی طاعۃ اللہ تعالیٰ وتجہد
فی اصلاح امر الفقراء والغرباء ما استطاع غفر اللہ لہ ولنا واحسن الیہ والینا۔

دوسرے عربی اجازت نامہ مین صرف اپنا مجاز کرنا مذکور ہے اور سلاسل ثمانیہ کی اجازت دینا اور فارسی اجازت نامہ مین اپنے والد نامدار و برادر بزرگوار کے اجازت دینیکی وجہ سے اپنا مجاز کرنا اور سلاسل سبعہ کی اجازت دینا پہلے مین خود خرقہ پہنانا اور اپنی جگہ پر بٹھانا مذکور ہے اور دوسری مین صرف اجازت دیگر آیندہ خرقہ پہن لینیکی وصیت مذکور ہے۔

اور تعجب تو یہ ہے کہ حضرت مقتدای جہان شاہ علی احمد صاحب کو تو اطلاع استخلاف کر کے اپنے صاحبزادہ کے لئے اون سے استدعای صبر و استقلال کرین اور خود اپنی اجازت نامہ مین کچھ بھی وصیت نہ فرمائین۔

پھر یہ فقرہ "وضعت العمامۃ علی راسہ لانہ اصل النیابۃ" بھی بہت خوب ہے۔

حضرت مقتدای جہان کا اپنے نام نامی کے بعد وحدیت اپنی ہیترک فرمادینا، در خلاف طریقہ اسلاف کرام عبارت مذکورہ بالا تحریر فرمانا کسی طرح خیال مین نہین آتا اور تبسیط فاتحہ وغیرہ کا مطلب بھی سمجھ مین نہین آتا کہ کیا ہے ان دونون عربی وفارسی اجازت نامون مین جو تخالف یا جن جملون مین لحاظ قواعد صرف ونحو نقایص وغلطیان ہین ان پر نشان بنا دئے گئے ہین جنہین بغور ملاحظہ کرنے سے ناظرین خود اس کا فیصلہ کر سکتے ہین کہ کسی فاضل کی یہ تحریر نہین ہو سکتی چہ جائیکہ حضرت مقتدای جہان کا سا عالم متبحر اس وقت تک جسقدر تحریرین حضرت مقتدای جہان کی دیکھنے مین آئین اون مین سے کوئی بھی ایسی نہین ہین۔

یہ اجازت نامہ معترض نے خود اپنے حسب استعداد تالیف کیا ہے اور لطف یہ کہ دن و تاریخ اس مین کچھ محض اس احتیاط پر کہ کہین ہنگام تحقیق و تفتیش تاریخ و دن غلط ثابت ہون بحضرت شاہ علی احمد صاحب والے خط مین تاریخ ہے مگر سنہ نہین اور اس اجازت نامہ مین سنہ ہے مگر تاریخ نہین

اور طور دستخط دونوں مین بدلے ہوئے ہین فارسی مین جو دستخط ہین وہ بالکل ویسے دکھلائے گئے ہین جیسے کہ معترض کے جد محترم ووالد ماجد دستخط کیا کرتے تھے غالباً محض اونہین دونون کے دستخطون کے سند کی غرض سے یہ صورت اختیار کی گئی ہے -

حضرت مقتدای جہان نے کبھی کسی تحریر مین اپنا نام تین تین بار نہین تحریر فرمایا دیکھنا چاہیے خلافت نامہ جناب مولوی رکن الدین صاحب ودیگر صحایف حضرت مقتدای جہان جسمین حسب معمول صرف یک ہی دستخط ہے تاریخ وماہ وسنہ بھی موجود ہے سے

قلعی سے کچھ آئینہ تمر ہو نہین جاتا ۔۔۔ مس پر جو ملمع ہو تو زر ہو نہین جاتا
جس پاس عصا ہو اوسے موسیٰ نہین کہتے ۔۔۔ ہر اژدر کو عاقل ید بیضا نہین کہتے

قولہ صفحہ ۱۲ آپ نے مثل اپنے جد بزرگوار سیاحت بہت فرمائی آپکے مریدین کثیر استعداد ہوئے ہین ارباب کے اسما درج کئے گئے اون کی تعداد پانچ ہزار کے قریب ہے اور خلفا آپکے حضرت مندرجہ ذیل ہین - مرشدی مولانا مولوی حضرت حافظ شاہ علی انور قلندر . جناب مولوی ہم مشرب حسین . حضرت مولانا شاہ ماجد علی قلندر خلف وخلیفہ اعظم وجانشین -

سیاحت مین اون کے جد بزرگوار کی تخصیص شاید اس سے کی گئی کہ اب اون کے جد بزرگوار کے حالات جاننے والے موجود نہین اور اونکی والد نامدار کے واقفین حالات اب بھی بہت موجود ہین اور کہ اپنے افعال کو بھی مستحسن کرنا منظور تھا اوس کے لئے بھی ایسی پیش بندی کی ضرورت تھی مگر غالباً یہ جملہ لکھنا رہ گیا کہ بحکم اپنے والد بزرگوار کے اگر اوان ہوتا تو اور زیادہ مستند ہوتا -

مریدین کی تعداد مین حسب ضرورت ومصلحت اضافہ ہوتا رہتا ہے پہلے ساڑھے تین ہزار لکھی جاتی تھی اب پانچ ہزار لکھی جاتی ہین آیندہ حسب ضرورت وقت غالب اور بھی تعداد بڑھے -

خلفا مین اولاً اپنے حضرت پیر ومرشد کا نام لکھا گیا ہے معلوم نہین کہ اون کا یہ عقیدہ ذاتی ہے یا زمانی اس تحریر سے تو معلوم ہوتا ہے کہ سب سے پہلے خلافت اونکو ملی اور سب کے بعد معترض کے والد ماجد کو حالانکہ واقعہ اس کے برعکس ہے معترض کے حضرت پیر ومرشد کو دونون سے سب آخر

اپنے مرض الوفات میں خلافت دی جس کے بعد کسی کو خلافت نہیں دی نہ کہ سب سے پہلے جس کا
شاہد یہ صحیفہ ہے جو حکیم طالب علی صاحب کاکوروی کے نام ہے اور جب ہی اپنے مریدین کی خبر گیری
اور اپنے فاتحہ کے متعلق بھی وصیت فرمائی ۔

جناب مولوی صاحب مخدوم و مکرم برادر خواں حکیم محمد طالب علی صاحب زاد مجدہ از احقر خستہ جگر
علی انور بعد تسلیم مسنون تکریم مشحون تعظیم مقرون گذارش ہے کہ والا نامہ مکرمت عنوان ہفتہ عشرہ ہوا کہ
صادر ہو کر باعث سربلندی و افتخار کمترین ہوا ہوں شکریہ اس شفقت گستری اور برادر نوازی میں تر زبان
ہوں اور امید کہ ہمیشہ رہوں گا نسبت وقوع واقعہ ہائلہ وصال جناب چچا صاحب مغفور کے جو کچھ
وہاں ہوا آپ نے ارقام فرمایا وہ برجائے خود ہے ویسے تو ہر شئی کو آپکی جزئیت کا مقتضی بھی یہ ہے اور
ہونا بھی یہی ہوا تو یہ حادثہ ایسا ہی افسوس صد افسوس ساتھ ہی اس کے نہایت شکر کا مقام ہے کہ
حضرت مغفور کی خدمت مجھ سے اور حضرت صاحب قبلہ سے خوب ہوئی جیسے کہ ہونا چاہیے تھی
اور ایک عالم نے دیکھا وغیرہ وہ بھی نہایت ساتھ خوشی اس عالم سے تشریف لے گئے اور خرقہ کی نسبت
اپنے فرشتہ یادان کی بندہ نوازی تھی اس کی تفصیلی کیفیت کبھی آپکو بھی معلوم ہو گی انشاء اللہ تعالیٰ
ساتھیان ہاتھ وہی ہے شوش تدبیر میں تبدیل کیا ہوسکے کیونکہ یہاں تو لا تبدیل لخلق اللہ کا مضمون
ہے ماموں صاحب کے لڑکے اون کو تشفی دیوے ہیں اور ہر وقت پاس موجود اون کا رہنا ہے اور یہاں سوا
ناظم کے اور ہر امر کا خیال رکھتے ہیں اون کو جہاں تک ہوسکے کسی قسم کی تکلیف نہ ہو اور کیا ہو سکتا
ہے خیر خداوند عالم سے یہی دعا ہے کہ ظل عطوفت ہمارے حضرت والد ماجد کا ہم سب سروں پر قائم
رہے اور ہم کو توفیق صبر عطا کرے اور کیا عرض کروں آپ بھی یہی دعا فرماتے رہیں والتسلیم باد منہ الیکم

نقط مورخہ ۸ رجب ۱۳ھ محمد جعفر کوروی تاریخ شریف لکھیہ ۔

اس خط سے مؤلف نفحات عنبریہ کے اوس تحریر کی بھی تائید ہوتی ہے جو معترض کے جد بزرگوار
کے حالات میں لکھی گئی ہے اور جس کو افسوس ہے مخترعات کا خطاب دیا جاتا ہے ۔
معترض کے والد ماجد کو انھوں نے خلافت ضرور دی اور خرقہ بھی مگر انھوں نے جبر اوسے واپس کر دیا

جس کی شہادت جناب مولانا فریدالدین خان صاحب محدث کاکوروی بھی دیتے تھے وہ خود اپنا
چشم دید واقعہ یہ بیان کرتے تھے کہ بعد خرقہ پوشی ماجد میان صاحب ایک روز مین بارہ دری مین جناب میری
شاہ واجد علی صاحب قبلہ کی خدمت مین حاضر تھا کہ اتنے مین ماجد میان صاحب آئے اور جو خرقہ ان کو پہنایا گیا تھا وہ
ایک رومال مین باندھ کر لائے اور اپنے والد کی طرف پھینک کر کہا کہ میان جان اپنا خرقہ لیجئے مجھسے اس کا بار
نہین اٹھیگا اور نہ مین آپکے شرائط کی پابندی کر سکتا ہون۔ مولانا صاحب نے دم بخود ہو کر وہ خرقہ رکھ لیا
اور کچھ نہین کہا چونکہ پھر تجدید الباس خرقہ و خلافت کی نوبت نہین آئی لہذا وہ خلافت باقی ہی نہین
رہی کلام مجید مین ہے کہ وَّيُحِبُّوْنَ اَنْ يُّحْمَدُوْا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوْا فَلَا تَحْسَبَنَّهُمْ بِمَفَازَةٍ مِّنَ الْعَذَابِ
حدیث شریف مین ہے کہ من غش فلیس منا یا المتشبع بما لم یعط کلابس ثوبی
زور رواہ الشیخان عن اسماء و مسلم عن الصدیقة بنتی الصدیق رضی اللہ تعالی عنہم
حضرت میر عبدالواحد بلگرامی مرید حضرت مخدوم شاہ صفی و خلیفہ حضرت شاہ حسین قدس سرہما سبع
سنابل مین لکھتے ہین۔

واما نخست از شرائط پیری آنست کہ پیر سلک صحیح داشتہ باشد مرید صادق را تفحص سلسلہ درست باید
کرد کہ در اکثر بلاد خلل در سلسلہ گشتہ است نوعی ازان آنست کہ درویشی در حالت حیات بسبب غفلت دنیا
بسبب دیگر فرزند خود را خلافت نمیدہد و مردمان بادصیت ہم نمیکند کہ بعد از من باید کہ خرقہ من فرزند
مرا پوشانید و در اجای من بنشانید تا مردمان آن مقام روز سوم خرقہ پدر بپسر می پوشانند و او را
بجای پدری نشانند و از صحت و غیر صحت انکار نمیدانند خلقی ببیعت او امیر میگردد و بے رخصت
و اجازت پدر پیر میشود ہمہ ضالالت و ضلالت است چہ اگرچہ خرقہ متبرکہ پدر بسبب رسم ملک بسر
شد ولیکن شرط صحت بیعت رخصت و اجازت پدر است نہ مجرد خرقہ پدر سے

ای پسر شرط صحت بیعت	در طریقت اجازت سنت است
چو غل سکۂ بنہ سرہ مزن	کان رہ کاسد ازین نہ نہمت است

نوع دیگر آنست کہ اولیای اسلاف کہ رتبہ غوث بودند فرزندان ایشان بے صحت استاد وب

رخصت و اجازت بمجرد نسبت فرزندی خلیفہ را مرید می کنند و خلق میداند کہ مانجا یادہ فلان تعقب

و غوث پیوند درست کرد ہم و انابت آورد ہم سربسر گمراہی است فقط۔

ذرا اس عبارت مین غور کرنا چاہیئے خصوصًا اس فقرہ مین کہ اگرچہ خرقہ متروکہ پدر بسبب ارث اس صورت مین اجازت سابقہ تو بوجہ واپسی خرقہ باقی نہین رہی اوس کے بعد تجدید بھی واقع نہین ہوئی تو پھر کس صورت سے خلافت باقی رہی۔

بعد وفات حضرت شاہ واجد علی قلندر جب لوگون نے حضرت شاہ علی انور قلندر سے اونکے قائم مقام ہونے پر اصرار کیا اور انھون نے انکار کیا تو لوگون کی رائے یہ ہوئی کہ خیر پھر جناب ماجد میان صاحب کو جناب شاہ علی اکبر صاحب اونکے مامون بحیثیت اون کے پیر ہونے کے خرقہ پھنا دین چنانچہ سیوم کے روز خرقہ کشتی مین لاکر رکھا گیا اور جناب مولوی ناصر علی صاحب مغفور نے جناب ماجد میان صاحب کو نصایح شرعیہ کئے تو اوس کے جواب مین انھون نے نہایت غصہ سے فرمایا کہ خرقہ میرے باپ کا ہے کوئی دوسرا پہنانے والا مجھے کون ہوتا ہے مین ہرگز نہین پہنون گا اسی مین ورزیکہ حجت ہی ایکبار وہ مسجد شریف سے اوٹھکر بارہ دری مین چلے گئے پھر وہان سے بلائے گئے پھر شل سابق تقریر کرتے رہے اس درمیان مین معترض کے بڑے بھائی جناب زاہد میان صاحب کو بھی جوش آیا اور انھون نے بھی حاضرین کو بہت کچھ کہا آخر خرقہ حجرہ مین رکھوا دیا گیا اور فاتحہ پڑھکر حاضرین سب رخصت ہو گئے بعد نماز ظہر حضرت عارف باللہ کی درگاہ مین جاکر جناب ماجد میان صاحب نے وہ خرقہ خود پہن لیا اصل واقعہ یہ ہے اب دیکھنا چاہیئے کہ از روی قواعد طریقت اونکا یہ فعل کس حد تک درست تھا۔

الغرض کہ حدود جناب ماجد میان صاحب اپنے والد کے خلیفہ اعظم کس طرح ہوئے اور حکیم حشمت حسین کا اجازت نامہ معترض نے کیسے نظر انداز کر دیا در انحالیکہ خلافت کبری وہ حکیم حشمت حسین صاحب کو دیگئے تھے ملاحظہ ہو اوس کی یہ عبارت ہے۔

الحمد یہ کہ جو ہم نے اپنے بزرگون سے پایا ہے وہ اور دیکھو ہم کو جناب حضرت سید شاہ محمد کریم قدس قلندر

سے پہونچا تحریراً و تقریراً اور چونکہ ہم کو سید شاہ علی اکبر قلندر باصفا سے بہو پہونچا وہ بخوشی خاطر ہم نے حکیم
سید مشرف حسین کو کہ وہ ہمارے ساتھ کمال محبت و اخلاص رکھتے ہیں سب کی اجازت دی اور خلیفہ کیا اور
نام و لقب ان کا سید مشرف حسین کیا اہل کو داخل طریقہ کریں اور نا اہل کو خارج طریقت کریں مریدشان
مرید من است و مردود شان مردود من و بر حق بر حق دستخط فقیر واجد علی قلندر خلیفہ و جانشین دادا شریف
خود المرقوم ۵ جمادی الاخری روز سہ شنبہ یہی خلافت کبری ہے یہ تحریر ہر ایک کو نہیں کرتے۔

کیا خلافت کبری کئی شخصوں کو مل سکتی ہے اور اگر ایسا ہو سکتا ہے تو کیا کوئی طریقہ و قاعدہ اس کا
معترض کی خانہ ساز طریقت میں ہے کیونکہ حضرت مشایخ کے یہاں تو نہیں ہے جیسا کہ اصول المقصود
کی عبارت سے جو سابقاً نقل کی گئی واضح ہوتا ہے ممکن ہے کہ معترض کی جدید تحقیق و جدید انکشاف
سے یہ ثابت ہو تو اور ہی بات ہی علیحدہ ہے ؂

کج راہ بہ تکلف نتوان راست نمودن ۔۔۔ کے تیر توان ساختن از چوب کمانہا

قولہ صفحہ حقیقت سجادگی و ایت جانشینی - قل ان کان للرحمن ولد فانا اول العابدین -
معترض نے اصول المقصود صفحہ ۲۱ سے ایک ٹکڑا عبارت ذیل کا لیکر اپنے مفید مطلب بنانیکے
لئے کچھ حذف کر دیا ہے پوری عبارت یہ ہے۔

استرضای پیرزادگان عین رضامندی پیر است خصوصاً پیرزادہ کہ بجای پیر باشد و تعظیم و خدمت
پیرزادگان بدلیل نص ثابت میشود کہ مشہور است قل ان کان للرحمن ولد فانا اول العابدین یعنی اگر
خدا را فرزند بودی پس اول من عبادت میکردم ازین قیاس باید کرد کہ تبعہ مرشد ۔۔۔ دیت۔

اس پوری عبارت سے خود معترض پر الزام آتا ہے یعنی انکا طریقہ جو لب مرشد زادہ خصوصاً
پیرزادہ کہ بجای پیر است کے ساتھ ہے وہ خود ان کے رسالہ کاشف الاسرار سے صاف ظاہر ہے

قولہ صفحہ اگر مولود ولادی ان کان عالیٰ للہ وان کان عالی فلی وادولادنا -
اس حدیث شریف سے جس حیثیت سے استدلال کیا گیا ہے وہ غلط ہے جیسے حضرات حسنین
علیہما السلام کو آنحضرت صلعم نے دوسری حدیثوں میں اپنا بیٹا فرما کر فرزند کی نسبت دی ہے

فرمایا اوسیطرح یہ حدیث اگر ہو بھی مخصوص بہ اولاد آنحضرت صلعم ہے اس کا قیاس اولاد اولیاء تو کیا
انبیاء علیہم السلام کی اولاد پر بھی نہیں ہو سکتا ورنہ جناب باری عز اسمہ لیس من اہلک انہ عمل غیر صالح
ارشاد نفرماتا یہ خیال قطعاً غلط ہے کہ اولاد اولیاء اگر وہ نااہل ہوں تب بھی لائق تعظیم و تکریم ہیں جیسا
کہ صاحب مناقب العارفین سوانح مولانائے رومی صفحہ ۳۷۵ میں تحریر کرتے ہیں " علاء الدین مولانا
رومی کے بڑے بیٹے کہ جنپر انہ لیس من اہلک کا نشان تھا انھیں بھی تپ محرقہ ہو گئی اور کچھ ایسا مرض
پیدا ہوا کہ اوسی زمانہ میں وہ بھی مرگئے ... مولانا رومی اون کے جنازہ میں شریک نہوئے نیز
صفحات ۴۲۷ و ۴۹۲ میں ایسی ہی دوسری تکلیات ہیں۔

قولہ صفحہ فاضل ملاحظہ تمثیل مندرجہ ذیل ہے کہ باوجود موجود ہونے مولانا شاہ تقی علی قلندر کے مولانا
شاہ حید رعلی قلندر نے شاہ علی اکبر قلندر کیلئے وصیت سجادگی و جانشینی کر ہی دی اور یہ ظاہر امر ہے
کہ وجاہت تقویہ کس پایہ کی تھے اور شخصیت اکبریہ کس رتبہ کی تھی یعنی حضرت شاہ حید رعلی قلندر
نے برادر صالح و لائق کے ہوتے ہوئے اپنے خلف رشید کیلئے وصیت قائم مقامی کی و حضرت شاہ تقی علی
قلندر نے باوجود موجود ہونے خلف عالم و لائق کے حضرت مرشدی کو اپنے لئے مخصوص کیا اور
اوسی وقت فرمایا کہ کبر سنہ کے لئے جو کچھ آپ فرماتے ہیں اوس کی تعمیل کیجائے گی لیکن
اونکو میرے لئے چھوڑ دیجئے عبارات ما یغنی تکملہ انتصاح و حوض کوثر تکملہ روش انداز برد مقدمہ
علی مقدمہ دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ بمقصد قطع میراث کیلئے تیار ہوئی اور ایسا سخت
ہو اندہ اپنے سر پہ اوڑ ہتے کی شرط کا ہی خیال نہیں رہا بس کو تو قطعاً سلب کسی حال میں ...
نہیں ملتی ہے یہ جملہ تقضایائی نفسیت و معاملات نفسانیت ہیں و محض جلب منفعت و تفوق
کے لحاظ سے یہ مضامین تالیف ہوئے ہیں ؎

شنایا حق کسی کا تو حق اوس کا خود نما ٹھہرا ‏ ‏ ‏ ‏ بیدا کرنے سے بھی بدیلے کب قطرہ جد اٹھہرا

چھوٹا بھائی اپنے بڑے بھائی کا قایم مقام اوس وقت ہوتا کہ جب بڑے بھائی کے اولاد
نہوتی درصورت اولاد ہونیکے بھائی جانشین نہیں ہو سکتا حضرت عارف باللہ کے وصال کے بعد

اون کے صاحبزادہ حضرت غوث ملت اون کے جانشین ہوئے نہ اونکے چھوٹے بھائی حضرت شاہ میر محمد قلندر حالانکہ بعد وصال حضرت عارف باللہ جو اون کے چھوٹے بھائی کی شخصیت و وجاہت تھی وہ اونکے صاحبزادہ کی نہ تھی ۔

اب یہ کہ حضرت مقتدای جہان نے کیون ایسا کیا اگر وہ خلافت و جانشینی کو میراث سمجھتے تو کبھی ایسا نہ کرتے اونکے اس فعل سے صریحی یہ ثابت ہوتا ہے کہ قایم مقامی وخلافت ورثہ نہین اور نہ یہ حقوق شرعیہ سے ہے کہ جس کے مستحق ورثہ ہون خلافت و جانشینی کو میراث سے کوئی تعلق نہین یہ بحث ہی بیکار چھیڑی گئی میراث کا اطلاق وس چیز پر ہوتا ہے جو بعد انتقال مورث ترکہ مین شمار ہو کر قابل تقسیم سمجھی جائے وہ یا تو منقولہ ہوگی یا غیر منقولہ ائمین سے کس چیز پر دوسرون نے قبضہ کرلیا جس کے لیے اسقدر ہائے ہائے ہے اگر اجازت وخلافت دینا قطع میراث کرنا ہے تو معترض کے جدامجد نے حکیم مشرف حسین صاحب کو جو خلافت دی اوس کے متعلق معترض کا کیا خیال ہے اون کو معترض نے قطع میراث کا مواخذہ دار کیون نہین بنایا ۔

اب رہی بڑی لیاقتی کی شرط اوس کے طے کرنے والے خود حضرت مقتدای جہان ہو سکتے تھے اگر اون کے نزدیک معترض کے جدامجد بڑ لیاقت نہ تھے تو معترض کو کوئی اعتراض کا حق نہین جو خیالات حضرت مقتدای جہان کے معترض کے جدامجد کے متعلق تھے وہ اوپر لکھے جاچکے ہین عادہ کی ضرورت نہین لطف یہ ہے کہ خود معترض بھی ان ارشادات سے واقف ہین مگر ضرورت کو کیا کرین جو اون سے اون واقعات کی نفی کراتی ہے ۔

اکثر ایسا بھی ہوتا ہے کہ باوجود خلف صالح موجود ہونے کے بزرگان دین اپنی قایم مقامی کسی دوسرے کو عطا کردیتے ہین جیسا کہ صاحب مناقب العارفین سوانح مولنا روم کے صفحہ ۲۰۸ مین تحریر فرماتے ہین کہ جب مولنا رومی کے رحلت کا وقت قریب آیا اکابر وخیدہ ؟ شہر نے عرض کیا کہ آپ کا قایم مقام کون ہوگا مولنا نے فرمایا حسام الدین چلپی تین بار سوال کیا اور یہی جواب ملا مولانا کے انتقال کے بعد حسام الدین چلپی جانشین ہوئے بعد کو مولانا کے لایق صاحبزادہ حضرت

بہاءالدین سلطان الولد باوجود ترغیب کبھی مدعی جانشینی نہوے اور برابر حضرت حسام الدین چلپی کا احترام کرتے رہے اور اونہیں کو سجادہ نشین سمجھتے رہے ملاحظہ ہوں صفحات ۴۲۱-۴۲۲ و ۴۲۳ یہاں تو دونوں صورتیں موجود تھیں قطع میراث و موافذہ کا حال اوپر ہی لکھا جا چکا ہے بار بار اعادہ کی ضرورت نہیں۔ عقل سلیم کا کیا ذکر البتہ اگر عقل فساد کی جانے تو بجا ہے اور اگر یہ قضایائے انانیت و معاملات نفسانیت ہوتے تو کیوں رسالہ کاشف الاسرار لکھی جانیکی ضرورت ہوتی سہ

ذرے گل کا غنچہ گل تر ہو نہیں جاتا ہر قطرۂ ناچیز گہر ہو نہیں جاتا
قسمی سے کچھ آئینہ قمر ہو نہیں جاتا مس پر جو ملمع ہو تو زر ہو نہیں جاتا
جس پاس عصا ہو اسے موسیٰ نہیں کہتے ہر ہاتھ کو عاقل ید بیضا نہیں کہتے

قولہ تحفہ ششم مقابل عبارات ہر دو نفحات۔ ہر دو نفحات سے مراد نفحات العنبریہ و نفحات النسیم ہیں اور ان دونوں کتابوں کے اندر عجیب عجیب گل کھلائے گئے ہیں حضرت شاہ بوعلی قلندر کی ذات آنحضرات کے نزدیک چونکہ قابل جرح و قدح ہے اسواسطے کوئی کیفیت کہیں متعلقہ موصوف کے صحت کے ساتھ بیان ہی نہیں کی گئی کہیں کچھ لکھدیا اور کسی مقام پر کچھ لکھدیا یہی طریقہ تا آخر جاری رہا چنانچہ نفحات النسیم کما کشف المتواری میں صاحب مقدمہ حضرت موصوف کے حال میں لکھتے ہیں کہ آپنے اذکار و اشغال کی تعلیم و تربیت اپنی جد محترم سے پائے اور بعد وفات حضرت شاہ دولتی علی قلندر کے خرقہ اجازت و خلافت سلاسل سبعہ حضرت شاہ علی اکبر قلندر نے عنایت فرمائی۔ اور مولف نفحات صفحہ ۲۱۱ میں لکھتے ہیں کہ اذکار و اشغال کی تعلیم آپنے اپنے والد بزرگوار سے پائی اور حافظ قمیر الدین صاحب نے آپکو تبدیل لباس کرایا۔

ہر دو نفحات کی عبارتیں ایسی ہیں کہ غبار تو بغور تحفہ دیکھا جا سکتا ہے مگر افسوس ہے کہ وہ ثابت نہیں ہو سکا کہ اس اختلاف روایت سے منشا مصنفین پر کوئی اثر نہیں پڑتا نفحات النسیم کی عبارت اس لحاظ سے۔ بیحد متعجب ہیں کہ بالمتحرم نے حکیم حضرت حسین صاحب کے اجازتنامہ میں لکھے کہ ہم نے باپ دادا سے فقیری سیکھی اور نفحات العنبریہ کی عبارت اونہیں کے اس بیان کے لحاظ سے ہے جو

اوسی اجازت نامہ میں انھون نے تحریر کیا کہ تربیت و تعلیم ظاہر و باطن اپنے والد شریف سے ہی پا اونکے ارشادات خود متضاد ہین ہر دو نفحات پر الزام بالکل بیجا ہے۔

رہا البا س خرقہ کا واقعہ تو اوس مین بھی حقیقتاً اشتبات نہین خرقہ دیا حضرت فخر الکاملین نے اور پہنایا حافظ وجیہ الدین صاحب نے مولف نفحات النسیم کے روایت کے سند مین حضرت فخر الکاملین کا صحیفہ موجود ہے اور نفحات العنبریہ مین تو واقعہ الباس مع سند ہی لکھا ہوا ہے لہذا ہر دو نفحات کی عبارتین صحیح ہین۔

انہین وجوہ سے معترض نے یہ خلافت نامہ دیکھنے کے بعد بھی اس کو قابل تذکرہ نہین سمجھا ورنہ حضرت درمیان سے کچھ جملے ہی نقل نہ کرتے بلکہ پورا خلافت نامہ ضرور درج رسالہ ہوتا۔ آپنے جد محترم کی ذات کو معترض ہی نے اپنی سعادتمندی سے قابل جرح و قدح بنایا ورنہ معاذ اللہ ہر دو نفحات مین کوئی ایسی عبارت نہین جس سے کوئی ایسا خیال بھی کر سکے ایسی بان درازیون کے خوگر تو معترض ہی ہین۔

قولہٗ واقعات اس کے برعکس ہین جنکو ہین نے کشف ششم اور چہارم مین صراحت کیساتھ بیان کردیا ہے اس مقام پر ہین یہ دکھانا چاہتا ہون کہ کیفیات مفروضہ کی یہی شان ہوتی ہے کہ نہ اصول سے علاقہ ہے اور نہ ضابطہ سے رابطہ ہے اور نہ کوئی دلیل ہے اور نہ ربط ہوتی ہے ... مضامین ہین خیال کرنے کا مقام ہے کہ جد محترم نے تعلیم امور باطنی کی بادالد بزرگوار نے ... خاندانی کی تلقین کی لیکن اجازت و خلافت سے کیون مستثنیٰ کردیا اس امر کی بحث ... اگر ایسا ہے تو مولف نفحات و ضمنت مقدمہ کا فرض تھا کہ حضرت مرشدی کی اور نانا حضرت شاہ واجد علی ... کی نیابت کے تصرف ... بحث ... جو ... آپ ... دیگر حضرات کے آپ جد محترم ... والد ... دنیا ... زبان ... اس کے ثبوت کیلئے ... آپکے ... تحریرات موجود ہین کہ آنجہانی خبر پائے ... والد ماجد خود ... اور جد بزرگوار ... ہین۔

اصول وضابطہ اور دلیل وبرہان کی پابندی جیسی کچھ رسالہ کاشف الاسرار یا دوسری تحریرون مین کی گئی ہے وہ ظاہر ہے خود را فضیحت ودیگران را نصیحت ۔

تعلیم امور باطنی وتلقین معمولات خاندانی جس سے عموماً اکثر مریدین واخلاف مستفید ہوتے ہین ہرگز مستلزم اجازت وخلافت نہین اگر اذکار واشغال کی تعلیم مستلزم خلافت ہوتی تو ہر مسترشد خلیفہ کہلاتا جس طرح معترض کے جد محترم نے تعلیم پائی ویسی طرح انکے دونون بھائیون جناب مولانا عابد علی وجناب مولانا حامد علی صاحبان نیز چچازاد بھائی جناب مولانا علی اصغر صاحب مغفور نے بھی تعلیم پائی اور جناب مولانا حامد علی صاحب تو اپنے بزرگون کے محبوب ومقبول بھی بہ نسبت اپنے اور بھائیون کے زیادہ تھے ۔

اب رہ گیا تحقیق وناحق ثابت کرکے قصہ ختم کرنا تو یہ بالکل دشوار نہین بشرطیکہ معترض ماننے پر تیار ہون مگر یہ امید ہی نہین ابتدا سے معترض کی اصلاح کی کوشش کیگئی مگر کامیابی نہوئی بلکہ مجلس تنبیہ غصہ آگیا یاد کرین متعلق اصلاح شجرہ والا قصہ معترض جبتک ضد وہٹ پر قایم ہین سے کبھی نہ سنینگے اور اب اس کی کوشش بھی فضول وبیکار معلوم ہوتی ہے جن بفضل اللہ نظام دری

چو استعداد نبود کار از اعجاز نکشاید مسیحا کے تواند کرد روشن چشم سوزن را

تبدیل بیعت کی صورت ہرگز خلاف واقعہ نہین ہے بلکہ معترض کا یہ قول خلاف واقعہ ہے اگر معترض کے جد محترم کو اون کے والد وچچا ودادا صاحبان نے اجازت وخلافت دی ہوتی اور لباس پہنایا ہوتا تو جہان اونھون نے حکیم شرف حسین صاحب والے اجازت نامہ مین اپنے واقعات لبس خرقہ حضرت شاہ علی اکبر قلندر سالہ آبادی وجناب مولوی رکن الدین صاحب لاہرپوری بوضاحت لکھے تھے وہان یہ جملہ ضرور لکھتے کہ ہم کو ہمارے باپ چچا ودادا نے بھی خرقہ پہنایا یا اجازت وخلافت دی اون کے اس جملہ انچہ این فقیر سے ہرگز ثبوت اجازت وخلافت نہین ملتا اس کے لئے الفاظ صریحی ہونا چاہیئے مطلق اشارہ کافی نہین جیساکہ شرایط الوسایط مین ہے ۔

در اجازت شیخ توضیح باید نہ کہ بر اشارات کردنی باید بجائے قبول از طرفین باید یعنی در بین امر ضرورست

اون کو اپنے بزرگون سے اذکار و اشغال و اعمال ہی کی اجازت ملی نہ کہ اجازت خلافت
اخذ بیعت و ارشاد و تلقین و اعطای خرقہ یہ اور چیز ہے اور وہ اور چیز ہے اوس پر قیاس کرنا قیاس
مع الفارق ہے اور ایسا استدلال معترض کے نافہمی پر گواہ صادق ہے

بے بصیرت را نباشد در حق و باطل تمیز   کور یک داند عصای سحر و اعجاز کلیم

قولہ علاوہ برین حضرت شاہ تقی علی قلندر کی دو دستخطی تحریرین داخل کتاب کیگئی ہین اور آپ کے
خلف ارشد کے بعض دستخطی تحریرات مولف مقدمہ جابجا سے طلب کر کے مطالعہ کر چکے ہین اور اس کا مجھے
علم ہے لیکن اس پر بھی انکار ہے یہ تعجب در تعجب ہے اگر یہ کہا جائے کہ ہم شاہ تقی علی قلندر کو نہین مانتے
کہ اون کی تحریر ہے بلکہ درمیان مین بنالی گئی ہے اس کا جواب یہ ہے کہ آپکا ماننا تو دشوار ہے اسواسطے
کہ آپ کے مقاصد و مطالب پر اثر پڑتا ہے لیکن لطف یہ ہے کہ ماننے کیلئے بحث و دلیل کی ضرورت
نہین جو کچھ ہم مخالفت مین لکھتے ہین وہی مانا بابائے جناب آپ کے بجلالہ حضرت وہ دو دست فرش
جنکا ملت و مذہب سے کوئی علاقہ نہین اگرچہ وہ شاہ محمد کاظم قلندر کے مرید کیون نہوں اور
کوئی اس کو باور نہین کرسکتا سب بات یہ امر کہ باوجود دستخطی تحریرات ملاحظہ کرنے کے ہم نہین مانتے یہ محض
آپ کی نفسانیت و انانیت ہے آپ نہ مانیے اور ہمین بھی سمجھا دیجئے لیکن ہے کہ ہم بھی آپکے ہم خیال
ہوجائین اصولاً جملہ دعوات محتاج دلیل ہین مگر آپ کا اصول ہی جداگانہ ہے کہ آپ خود
تسلیم کرین دوسرون کو اس دولت ماندان سے محروم رکھئے۔

حضرت مقتدای جہان کی تحریرین جو معترض نے داخل رسالہ کین اگر واقعی اونکی ہاتھ کی
دستخطی تحریرین ہوتین تو بجائے اس دفع دخل کے ضرور اون کے فوٹو داخل رسالہ کئے جاتے بس
خود ہی قصہ طے ہو جاتا۔

اون کے خلف ارشد کے بعض دستخطی تحریرات سے معلوم نہین کون تحریرین مراد ہین اگر بابت
نامۂ حکیم مشرف حسین صاحب مراد ہے تو اس کی نقل ضرور موجود ہے اس کے علاوہ اون کی کوئی
اور تحریر دستخطی اتبک دیکھنے مین نہین آئی جو تحریر دیکھی نہ باپکی اوس سے انکار کی ضرورت

نہین اور جو تحریر ابتک دیکھنے مین نہین آئی وہ اگر معترض انصاف پسند تھے اور فیصلہ چاہتے تھے تو پیش
کردیتے اگر اون کی ہوتی تو ماننے مین تامل نہوتا۔

حضرت مقتدای جہان کی طرف یہ منسوب تحریرین مصنوعی معلوم ہوتی ہین جس کے دلائل لکھے
جاچکے اگر ایسا نہوتا تو معترض کو اس دفع دخل کی ضرورت نہوتی۔

حضرت عارف باللہ کے مریدین تو معترض کے جد محترم کی خرقہ پوشی سے قبل ہی ختم ہو چکے تھے
اب کہان سے آگئے البتہ حضرت مقتدای جہان کے صرف چند مرید باقی ہین وہ ملت فروش
بنائے جائین یا بیدین یہ معترض کی موروثی حرکت ہے معترض کے جد محترم نے بھی اپنے بزرگون
کے مریدین کو خصوصًا اور اہل قصبہ کو عمومًا ایسی ہی خطابات دیئے ہین چنانچہ اپنے خطوط مین اونھون
نے لکھا ہے کہ وہ کاکوری کے لوگ بڑے دغاباز اور بڑے بے ایمان ہین ۔۔ اس بستی کے لوگ بڑے
بے ایمان اور دغاباز ہین نہایت ناحق کوش ہین۔

یا معترض کے والد ماجد کہا کرتے تھے کہ کاکوری کے لوگ تین طرح کے ہین ایک سنی دوسرے
شیعہ تیسرے خارجی سنی وہ ہین جو ہماری مکان کی طرف سے تکیہ شریف جائین اور شیعہ وہ جو ہماری
طرف سے راستہ کترا کر تکیہ جائین اور خارجی وہ جو احاطہ کے باہر باہر تکیہ جائین۔

معترض کو اگر ہماری ہم خیالی نصیب ہوتی تو آج اون کو یہ پریشانی کیون پیش آتی اور وہ ید اللہ
علی الجماعۃ من شذ شذ فی النار کے مصداق کیون ہوتے۔

معترض جب کسی پر اعتراض یا کسی بات کی تردید کرنا چاہئے تو اوسی اپنے اعتراض اور تردید کا وزن
اور معقولیت پہلے ہی دیکھ لینا چاہیئے بیکار تضییع اوقات و کور چشمانہ زٹل بق بق سے کیا فائدہ۔

قولہ گذشتہ بہتر مضطرب سلسلہ مرقوم ذرہ اس مین بعید تصنیف و ذمہ یت ہوتی ہے اگر ارشادات
زبانی کی صورت ہے تو زبانی فرمودہ جب الا دعات ہوتے ہین اور اگر مکاتبات تحریری ہی
کی صورت ہے تو وہ ان تحریرات مفروضہ پیش کیجاتی ہین حضرت مولانا شاہ تقی علی قلندر کے تصرفات
بیان کرنے والے [illegible] اس طرح کیا جاتا ہے کہ جیسے بھائی [illegible] ہوتے ہین کہ بھائی کی محبت مین

اپنی اولاد کو میٹ دیا اور بھائی کی اولاد آباد کر دیا سبحان اللہ سبحان اللہ جدت ہو تو ایسی ہو لطافت ہو تو ایسی ہو ایسے جلیل القدر شخص نے عمداً اس فعل کو کیا اور خود مواخذہ دار ہوا اس کو سوائے اس طبقہ عالیہ کے اور کون سمجھ سکتا ہے اور کس کے خیال میں آ سکتا ہے علاوہ ایک بزرگ مشفق نے جس کو قرابتی و ارادتی دونوں تعلقات ہیں اپنے مقام پر فرمایا کہ ہمارے مرشدزادے اکرام علی وغیرہ ہم ہیں ہم کو شاہ حبیب حیدر سلمہ سے کیا علاقہ اس قول کو مولف مقدمہ نے سن کر نوا جدید تصنیف کی اور قایل بزرگ سے فرمایا کہ ماما جان کے سلسلہ میں اضطراب ہے۔

ارشادات زبانی و تحریری آفتاب اظہر من الشمس ہیں جس کی تصدیق خود معترض کے فعل سے ہوتی ہے چنانچہ رسالہ کاشف الاسرار کے صفحہ ۱۲ میں ہے کہ تکیہ تقی تک ہے یا صفحہ ۱۳ میں ہے کہ میں تقی کی روٹی کھاتا ہوں۔

حضرت مقتدای جہان نے جو کچھ اپنے بھائی کی اولاد کے ساتھ کیا وہ خواہ مخواہ نہیں کیا بلکہ اون کی خدمت و اطاعت و اخلاص و ارادت سے مجبور ہو کر کیا اور جو کچھ اونھوں نے اپنے اخلاف کے ساتھ کیا وہ بھی مجبور ہو کر نہ کہ خواہ مخواہ ؎

ہر کہ خدمت کرد او مخدوم شد ہر کہ خود را دید او محروم شد

اون کی اولاد اس خیال میں رہی کہ چاہے وہ خوش ہوں یا ناخوش اون کے وارث صرف ہم ہی ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بجائے خدمت و فرمانبرداری اون سے سرتابی ظاہر ہوئی اس سرتابی کے واقعات اور اون کی ناراضی کے اسباب جس قدر تھے وہ سب کو معلوم ہیں اور ابھی ایک عرصہ تک واقف کاروں کی ذہن سے فراموش نہیں ہو سکتے بہتر معلوم کیوں وہ واقعات ناخوشگوار افشا کرائے جائیں مد نظر ہیں حضرت مقتدای جہان کو کیا اپنی اولاد عزیز نہیں ہو سکتی تھی ضرور ہو سکتی تھی اور ابتدا میں اونھوں نے اصلاح کی کوشش بھی بہت کی تا سبب ترک ہوئے تو فرمایا کہ میں نے بہت جھکانے کی کوشش کی اور جب نہیں جھکے تو جڑ سے اکھاڑ کر پھینک دیا"

اس صورت میں وہ کسی طرح مواخذہ دار نہیں ہو سکتے اور نہ سوا معترض کے کوئی اون کو مواخذہ دار

سمجھ سکتا ہے۔

اب رہا دوسرا واقعہ تو معلوم نہین وہ بزرگ مشفق کون ہین اور اون کا نام کیون چھپایا گیا تصدیق کرائی جاتی ہے مگر نام نہین بتایا جاتا پھر کون سا ذریعہ تصدیق ہو سکتا ہے یہ بھی ظاہر نہین کہ اون کو نسبت ارادت کس سے ہے۔

قولہ نسبت میں امر کا بھی لحاظ نہین کہ اضطراب کی نسبت سلسلہ کے ساتھ کیجاتی ہے مضطرب ذی روح اور جاندار شی ہوتی ہے سلسلہ تو محض طریقہ اور واسطہ کو کہتے ہین وہ مضطر اور مضطرب کیسے ہو سکتا ہے مگر ہونا صحیح ہے کہ یہ صفات تمندی مخصوص ہین اور ہم تن کے مالک ہین اس سبب سے صحیح و درست ہے ایسی ہی یہ بھی صحیح ہے اور دوسری یہ ہے کہ مرشدزادگی کی نسبت مریدین حضرت شاہ تقی علی صاحب کیلئے بموجودگی اعتقاد تقیہ عجیب ہے۔

اولاً یہ سمجھنا چاہیے کہ شجرہ طریقت کیا ہے اور مریدین کو شجرہ طریقت دینے سے حضرات مشایخ کا کیا مقصد ہے شجرہ طریقت جناب رسالتمآب صلعم تک انتساب پیران طریقت کے سند متصل کو کہتے ہین جس طرح احادیث کی سند آنحضرت صلعم تک متصل ہوتی ہے مریدین کو شجرہ دینے مین حضرات مشایخ نے بہت فوائد ملحوظ رکھے ہین ازانجملہ یہ کہ ان بزرگون کے واسطون سے یہ سلسلہ آنحضرت صلعم تک پہونچتا ہے اور یہ مرید فلان بزرگ کے واسطے سے اس سلسلہ مین داخل ہوا ہے اور جس روایت حدیث مین اگر ایک یا دو راویون کے نام درمیان سے چھوٹ جائین تو وہ روایت ضعیف کہی جائے گی اسی طرح شجرہ پیران طریقت مین بھی اگر ایک یا دو نام قصداً چھوڑ دی جائین تو بسبب اتصال باقی نہ رہنے کے وہ سلسلہ لایق اعتبار و اعتماد نہین رہتا اور منقطع سمجھا جاتا ہے حضرت شاہ عبدالرزاق لکھنوی فرنگی محلی اپنے رسالہ سعادوخش کے فصل دوم مین لکھتے ہین کہ۔

اور یہی سلسلہ کی صحت اہم شروط سے ہے اور صحت سلسلہ سے مراد یہ ہے کہ جس سلسلہ مین وہ شیخ منسلک ہو اوس کی شیخ سے پیر جناب رسالتمآب صلعم تک کسی جگہ پر منقطع یا کسی شیخ کو بے پیرے اور کسی قسم کی کوئی مخالفت شرع واقع ہوئی ہو اور اس کے سلسلہ مین ہر ایک شیخ اس شیخ تک بیعت لینے کا ماذون

اپنے پیر یا اس کے جانشین سے رہا ہو اور اگر درمیانی بزرگون مین سے ایک بھی اپنے شیخ سے بیعت لینے کی اجازت رکھتا ہو تو وہ سلسلہ صحیح نہین اور بیعت لینے کی اجازت اگر کسی شیخ سے کسی مرید کو اوس کے مانگنے پر ملی ہو تو وہ ہرگز اجازت نہین ہے۔

معترض کے جد محترم کا سلسلہ یون مضطرب ہے کہ اونہون نے شجرہ مین اپنے والد بزرگوار کے نام سے پہلے کبھی اپنے مجیز کا نام نہین لکھا نہ حضرت فخر الکاملین کا اور نہ حضرت شاہ علی اکبر قلندر آبادی کا اور نہ جناب مولوی رکن الدین صاحب لاہرپوری کا بلکہ ہمیشہ وہ اپنے والد بزرگوار کے نام سے شجرہ دیتے رہے اور ایسا ہی معترض کے والد ماجد بھی کرتے رہے اور اب معترض بھی یہی کرتے ہین دو پشت سے اون کے یہان عمل درآمد برابر چلا آرہا ہے تو کیا بعد واپسی خرقۂ خلافت حکم خلافت باقی رہتا ہے ہرگز نہین ملاحظہ ہو سبع سنابل وغیرہ انہین وجوہ سے اون کا سلسلہ مضطرب کہا جاتا ہے معترض کا یہ قول انتہائی نافہمی کا ہے کہ مضطرب جاندار وذی روح شئی ہوتی ہے اگر شاید اس کے متعلق لغت نہین دیکھی گئی مضطر ومضطرب کے لغوی معنی ضرر رسیدہ شدہ کے ہین حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی نے مقدمہ مشکوٰۃ کے صفحہ ۵ مطبوعہ مطبع مصطفائی مین ایک قسم حدیث کی مضطرب بھی لکھی ہے چنانچہ لکھتے ہین کہ۔

واگر در اسناد یا متن روات حدیث اختلاف واقع شود بتقدیم یا تاخیر یا زیادت یا نقصان یا بدل راوی بمکان راوی دیگر یا متنی بمکان متنی ومثال آن آنرا حدیث مضطرب خوانند۔

جب سلسلۂ حدیث مضطرب ہوتا ہے تو ایسی ہی نقائص سے سلسلۂ مشائخ بھی مضطرب ہوتا ہے جس طرح علم حدیث مین روایت حدیث کا تسلسل اور ثقہ وثقاہت وعدل وسماعت مشروط ہین اوسی طرح سلسلۂ مشائخ مین بھی اور جس طرح وہ اسناد متصل ومنقطع ومعلق ہوتے ہین اوسی طرح یہ بھی۔ افسوس جو کچھ پڑھا تھا جناب نے سب صاف دل سے بھلا دیا۔

حضرت مقتدای جہان کی وفات کے بعد اون کے جسقدر مریدین تھے وہ سب معترض کے حضرت پیر ومرشد کی طرف متوجہ ہوئی نہ کہ معترض کے جد محترم کی طرف اور بیشتر نے اپنی اولاد کو اونکا

مرید کرایا نہ کہ معترض کے جد امجد یا والد ماجد کا اور ابتک یہی ہوتا چلا آیا ہے کہ مریدین حضرت مقتدای جہان و حضرت شاہ واجد علی قلندر اپنی اولاد کو حضرت وارث الاخیار مدظلہ کا مرید کرلیتے ہین نہ کہ معترض کا اور اگر ان مین سے دو ایک اون کے مرید بھی ہو جائین تو وہ قابل لحاظ نہین اس وجہ سے کہ ہر امر مین شرعًا و عرفًا کثرت آمار پر لحاظ کیا جاتا ہے۔

علاوہ برین اولاد و احفاد حضرت مقتدای جہان ہین جناب مقدمہ مدظلہ و مولف نفحات بھی ہین صرف معترض کے جد محترم کی اولاد پر اولاد و احفاد تقویہ کا اطلاق مخصوص نہین جناب مولانا حامد علی صاحب کی اولاد بھی احفاد تقویہ مین ہے۔

قولہ اور خاص خاص مواقع پر یہ بھی ارشاد فرما کر مشہور و زبانزد خلایق کیا جاتا ہے کہ ہر جگہ سجادہ نشین ایک ہی ہوتا ہے یہ دو دو نشین کیسے بالکل اصول کے خلاف ہے چنانچہ شیخ عبد الغفور ساکنہ سلطانپور وارد حال کا نپور نے شیخ کاظم حسین ساکنہ کاکوری سے تذکرہ تقریر حقیر کے موقعہ پر بیان کیا کہ سجادہ نشین تکیہ شریف کاظمیہ تو ہمارے مرشد شاہ حبیب حیدر صاحب ہین اور ایک ہی سجادہ ہر مقام پر ہوتا ہے اور اکرام علی صاحب مدعی سجادہ نشینی نے ہین اور عدالت مین دعوی سجادگی کے متعلق دعوی کیا تھا مگر وہ خارج ہوگیا یہ صورت تعلیمی ہے۔ د۔ جواب اس کا یہ ہے کہ ایک سجادہ کے صاحب سجادہ ایک ہی ہوتے ہین اور جب دو سجادے ہون تو اون کی زیب و زینت بھی دو ہی ہون گے یہان دو سجادے ہین لہذا دو سجادہ نشین بھی ضروری ہین اب رہا یہ امر کہ دونون سجادون کی مالک شاہ صاحب موصوف مین دونون پر قبض و تصرف ہو وہ یہ طے کرایا گیا ہے کہ شاہ حیدر علی قلندر و شاہ تقی علی قلندر کے بعد سجادہ نشین شاہ علی اکبر قلندر اور حضرت حافظ شاہ علی انور قلندر ہوئے فی الحقیقت یہ تصفیہ نہایت بجواب ہے یہ محض اختراع و خلاف شریعت ہے۔

خود تو بذریعہ سیاحت لوگون مین غلط واقعات مشہور کرتے پھرتے ہین اور ہم اولٹا الزام دیتے ہین پھر اگر کسی نے اوس کی تردید کر دی تو وہ صورت تعلیمی بتائی جاتی ہے حالانکہ صورت تعلیمی پر

رسالہ کاشف الاسرار گواہ ہے جس مین شروع ہی سے من گڑھت واقعات تعلیماً للسفہاء والجہلاء
درج کئے گئے ہین منجملہ اون کے یہ جملہ کہ جب دو سجادے ہون اس شد ومد سے بغرض آبسری درج ہے کہ
کسی طرح دو سجادے اور دو صاحب سجادون کا ہونا مشہور ہو جائے تاکہ شیخ عبدالغفور وغیرہ کی حق
بات کسی امر مین کوئی دقت نہ پیدا کردے کہ جس کے نفی اوقت اشد ضرورت ہے۔

صاحب سجادہ صرف ایک ہوتا ہے نہ کہ متعدد حسب قواعد مقررۂ مشایخ جیسا کہ عبارت شرائط و ضابطہ
صفحہ ۹۵ سے ثابت ہوتا ہے کہ۔

جانشینی وسجادگی حتی الامکان باولاد خود مید ہند از فرزندان ہر کہ لائق تر بودہ باشد اگر فرزند
کلان صاحب لیاقت است ترجیح داد و دیت او راست۔

انہین وجوہ سے معترض نے اپنے رسالہ کاشف الاسرار کے صفحہ ۲۵ مین مجبور ہوکر یہ لکھا ہے کہ
اب رہی سجادہ نشینی وہ بلحاظ تفاوت سن کے اپنے خلف اکبر کو مرحمت فرمائی۔ ؟

اور صفحہ ۲۶ مین تو صاف لکھا ہے کہ سجادہ نشینی اس صورت سے مولانا شاہ حیدر علی
قلندر کی جانب منتقل ہوئی۔

تو پھر اون کی بعد اون کے صاحبزادہ حضرت فخر الکاملین کی سجادہ نشینی مین معترض
کو کیا شک ہے جو کہ انہین عبارت مذکورہ بالا کے علاوہ اوسی رسالہ کے صفحہ ۲۶ والی عبارت
سے ثابت ہے کہ شاہ علی اکبر قلندر سجادہ نشین ہوئے نہ کہ حضرت شاہ تقی علی قلندر کہ جنھون
نے اپنی حیات مین اپنے ساختہ و پرداختہ شاہ علی اکبر قلندر کو سجادہ کاظمیہ پر بٹھا کر زندگی اور
سجادہ نشین فرمادیا یہ خیال غلط ہے کہ ہر خلیفہ اور لڑکا اپنے والد و پیر کا صاحب سجادہ ہوتا ہے
اور یہ تو ظاہر ہے کہ بعد حضرت غوث ملت کے اونکی جانشین حضرت قطب الافراد ہوئی پھر
اون کے جانشین حضرت فخر الکاملین جس کو معترض نے رسالہ کاشف الاسرار کے صفحہ ۲۵ و ۲۶ تک
مان لیا ہے پھر اون کے جانشین معترض کے پیر و مرشد حضرت قطب الاقطاب ہوئے اور اب
اسوقت اونکے جانشین حضرت وارث الانبیاء مدظلہ ہین یہ سلسلہ بحمداللہ سلسلۃ الذہب ہے۔

رہا معترض کا سلسلہ وہ اگر صحیح ہوتا اور مضطرب نہوتا تو بھی جس طرح اور خلفاء کے سلسلہ
مین ویسا ہی وہ بھی ہوتا اوس کو کسی نوع کا تعلق سجادہ نشینی سجادہ کاظمیہ سے نہین ہو سکتا
تھا اس امر کے ثبوت مین خود حضرت غوث ملت کے اجازت نامے موجود مین یہ سب اجازت
نامے صرف حضرت قطب الافرادہی کے نام مین جو اون کی خلافت و جانشینی اور اون کے
چھوٹے بھائی کے صرف اجازت کے گواہ صادق ہین۔

قولہ صفحہ تفضیہ عدالت دو سجادگی کے متعلق نہین تھا ورنہ ہے اوس کی یہ صورت ہے کہ تکیہ
شریف کی جائداد جو عراس اور فواتح کیلئے حضرت شاہ دو جد علی قلندر نے اپنے حصہ سے علحدہ
کرکے شاہ علی اکبر قلندر کو انتظام کے لئے دی ہے اسو اسطیکہ صاحب موصوف فیصلہ ثالثی کے اعتبار
سے منتظم تکیہ شریف قرار پائی ہین مگر کمیوٹ کو ٹوری کے خانہ ملکیت مین اون کا نام درج رہا ہے
اور اون کے بعد اون کے اعقاب کا یکے بعد دیگرے نام درج ہوتا رہا عرصہ چار سال کا ہوا کہ
حضرت شاہ حبیب حیدر قلندر منتظم تکیہ نے تصحیح کمیوٹ کے صلہ مین درخواست کی ہے کہ یہ کل
جائداد میری ذاتی ہے، وس کی نگرانی کی گئی تھی اور یہان سجادگی کی نالش مشہور کی جاتی ہے
علاوہ برین دیگر عبارات و اشارات کی تنقید انشاء اللہ حصہ دوم و سوم کتاب ہذا مین
کیجائے گی ع گر خانہ کس است حرفے بس است۔

کسی کو اپنی غلط بیانی کے نباہ کی فکر ہو تو ایسی جیسے معترض کو ہے، اصل واقعہ کچھ ہے اور
لکھا کچھ گیا ہے درخواست تو خود دی اور لکھا یہ کہ حضرت شاہ حبیب حیدر قلندر نے درخواست دی
ایک یہ جھوٹ تو تھا ہی اوس پر یہ جھوٹ اور مستزاد ہے کہ اونھون نے یہ لکھوایا کہ میری ذاتی
جائداد ہے دیکھنا چاہیے مسل نمبر ۲ ۳ سر شتہ تصحیح کمیوٹ منفصلہ ۱۹۰۶ء کہ جس مین فیصلہ کنندہ
حکم نے تحریر کیا کہ شاہ حبیب حیدر قلندر کی طرف سے کہا جاتا ہے کہ یہ جائداد وقف ہے۔

تکیہ شریف کے متعلقہ اراضی دو طرح کی تھی ایک ذاتی دوسری وقفی ذاتی کی تقسیم بموجب
فیصلہ ثالثی منشی تتبع زعفی صاحب منحصر علیہ ہو گئی اوس مین سے ایک بسوہ بنام معترض کے جد محترم

نے حضرت فخر الکاملین کو انتظام تکیہ کے لئے نہین دیا رہی وقفی اوس کے متعلق اونہین کے فیصلہ
کی تنقیح سوم کا یہ فقرہ ہے کہ (اراضیات وقفیہ قابل تقسیم نہین) جس کے منتظم و متولی حسب فیصلہ
ثالثی حضرت فخر الکاملین اور اون کے قایم مقامان قرار پائے اوس مین کوئی حق و حصہ معترض
کے جد محترم اور اون کی اولاد کو نہین پہونچتا اور نہ اوس کے دیدینے کا اون کو یا کسی کو حق تھا
یا ہو سکتا ہے اور نہ وہ کسی کی ملکیت ہو سکتی ہے ایسی غلط نویسی مین معترض کی ذات فرد ہے
ولہین اراضیات وقف کو جس وقت جو چاہا لکھدیا یا کبھی وقف کبھی ملکیت کبھی معافی چنانچہ کاشف الاسرار
کے کشف دوم اسباب نزاعی کے صفحہ ۳۰ مین یہ لکھا گیا ہے کہ (اوقاف کے سلسلہ کے باعث
اصلی حضرت شاہ تقی علی قلندر تھے) جواب یہ لکھا گیا۔ اس کے بعد جب دعویٰ کے لئے عدالت
منصفی لکھنؤ مین گئی تو دفعہ ۲ عرضی دعویٰ مقدمہ نمبر ۶۵ مین یہ کشف ہوا کہ اراضی معافی بلا لگان نذرانہ مین ملی۔

کھیوٹ کا کوری کے خانہ ملکیت مین اون کے نام کا اندراج کوئی ثبوت ملکیت مین بلکہ
اندراج کھیوٹ برنبائے قبضہ ہوتا ہے نہ برنبائے ملکیت نہیں یہ صورت نذرانی قبضہ ہونے سے یونہی
غلط فہمی اب رہا یہ امر کہ ملکیت تھی یا معافی اب تو نہ پہ در وقف ہونے سے بذریعہ عدالت ثابت کر دیا
گیا یہی وقف کسی کی ذاتی ملکیت نہین ہے لو وقف لا یملک لا یملک۔

کھیوٹ مین اندراج غلط ہوا اور اب بھی غلط ہے جس کی تصحیح محکمہ سے برابر ہو رہی ہے حضرت
وارث الانبیا مدظلہ نے دعویٰ ملکیت کیا اور نہ تصحیح کی درخواست دی اگر وہ اس کو ملکیت سمجھتے تو
صرف اپنا نام کیون درج کراتے اور اپنے بھائیون کے نام کیون نکلواتے سرکار سے حکم تنقیح کھیوٹ
کا ہے جس پر پٹواری نے رپورٹ کی کہ یہ جائداد وقف ہے و منتظم اس کے شاہ حبیب حیدر صاحب
ہین اس لئے دیگر اشخاص کے نام خارج ہو کر منتظم کا نام بحیثیت منتظمی درج کیا جائے چنانچہ یہ رپورٹ
منظور ہو گئی معترض نے اوس کے خلاف ہونے پر عذرداری کی جس پر سید التفات حسین حاکم پرگنہ نے
یہ حکم دیا کہ اندراج سابق قایم رکھا جائے مگر لفظ متولی شاہ حبیب حیدر صاحب کے نام کے آگے بڑھا دیا جائے

اپیل کرنے پر حکم حاکم پرگنہ ڈپٹی کمشنر کے یہان سے خارج ہوگیا پھر اوس کی اپیل معترض نے کمشنری مین کی جو وہان سے بھی مسترد ہوگئی دیکھنا چاہیے مسل مقدمہ نمبر سنہ ۱۹۱۶ء و مسل ۱۱ سنہ ۱۹۱۷ء و مسل ۱۲ سنہ ۱۹۱۷ء اس پر بھی معترض کو اگر خفت و خجالت نہو تو مجبوری ہے وہ نہ مانین تو پہلا کیا کوئی بنوائے اونہین۔ لطف تو یہ ہے کہ خود جو اپیل کمشنری مین کی تھی اوس کا ذکر ہی نکیا سبحان اللہ۔

رہی اور عبارات و اشارات کی تنقید تو معترض نے اسی سلسلہ مین کیون نکرڈالی بہتر تو یہ تھا کہ وہ بھی اسی بطلیت سے لکھکر دماغ کی گرمی دل کی بھڑاس نکال ڈالتے تاکہ دردمند ناظرین ایک ہی مرتبہ معترض کی حالت پر متاسف ہوکر دو چار آنسو بہا لیتے ممکن ہے کہ آئندہ کیلئے اون کو صبر آجائے اور پھر رونا نہ آئے۔

قولہ حضور مین نے تمام قضایای مذکورہ کو حقیقتًا غور کرلیا ہے اور ہر طریقہ سے اپنا اطمینان کرلیا ہے لہذا مین اس کی مخالفت کیلئے تیار نہین البتہ وہ حضرت جو اس امر کی مخالفت کرتے ہین اون کے واسطے تکمیل چاہتا ہے کہ مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات دین۔

تکمیل اوّل۔ حضرات مدعیان دعوت مذکور جس موقعہ و محل پر پاتے ہین قرآن و حدیث و کلام صوفیہ سے سوالات مذکورہ ثابت کرین ورنہ بیشک دعوی کو شرعًا و طریقًا دونون طرح سے ثابت کرنے کے لئے موجود ہون لیکن یہ ہے کہ جو ثابت کرے اوس کا ہم خیال دوسرا ہوجائے اور اپنے دعوی کو باطل سمجھکر چھوڑ دے۔ اسواسطے کہ معقولیت کے بعد سابقہ طریقہ پر قائم رہنا صریحی ضلالت ہے۔

مضمون تکمیل اول کے پابند تو اس مین شک نہین کہ معترض ہمیشہ سے رہے اس لئے کہ ابتدا اس شعور سے اب تک اون کا یہ معمول ضرور رہا ہے کہ جہان کسی مسئلہ مین اون کی نافہمی پر اون کو تنبیہ کیگئی یا کسی مسئلہ مین قائل کئے گئے تو بجائے معقولیت ہمیشہ اوس پر غصہ آگیا اور سابقہ طریقہ کے برتنے مین زیادہ شدت صرف ہونے لگی۔

اراضیات وقف کو باوجود وقف نامون کے مطلع ہونے کے ملکیت کہنا اور عدالت سے

فیصلہ وقف ہوجانے کے بعد بھی اراضی موقوفہ کو برابر ملکیت کہتے رہنا اور بیجا مقدمہ بازی اسی بنا پر کرنا مین دلیل اس امر کی ہے کہ معترض معقولیت کے بعد سابقہ طریقہ پر قایم ہے کہ صریحی ضلالت سمجھے جیز

جو امور پیش کیے جاتے ہین وہ آدمیون کے خیال مین جتنم بالشان ہون تو ہون ایسی قضایا واقع ہونا کچھ مستبعد نہین اگر ملفوظات بزرگان دین دیکھتے تو بہت ایسی مثالین ملتین۔

اور جس طریق سے معترض نے اپنا اطمینان ظاہر کیا ہے وہ ذرا بھی قابل اطمینان نہین ہین یہ اوسی حالت مین قابل اطمینان ہوسکتے تھے کہ جب اصلی اجازت نامے حضرت مقتدای جہان سے دستخطی بذریعہ فوٹو شامل رسالہ کیے جاتے۔

قرآن و حدیث و کلام صوفیہ سے ثابت کرنے کی تکلیف کیون کیجائے اوس کی حالت تو اس رسالہ ہی سے ظاہر ہوگئی۔

قولہ تسخیص دوم علمی مناظرہ کرنے مین ممکن ہے کہ معتوب شدہ شخص کی تذلیل و تحقیر ہو جاے کیونکہ ہمارا حق مقصود بحث ہوتا ہے اور ہونا چاہیے اس مین بے توقیری اور بیوقعتی کیا مگر باانہمہ محتاط اصحاب بحث نہین کرتے اور اپنی اعتقادیات کا اظہار بالاعلان نہین کرتے اس سلئے یہ صورت ہے کہ روحی مناظرہ ہوجائے اور فریقین حکم مولانا شاہ دقتی علی قلندر کو قرار دیکر کشف قبور و مراقبہ سے اس امر کو معلوم کرین کہ اصل کیا ہے و نقل کیا ہے اور مقبول ایک شخص ثابت ہو تاکہ مناقشہ کا معقول تصفیہ ہوسکے مین اس کے لئے ہر وقت موجود ہون۔

مناظرہ تو اوس سے کیا جائے جو قواعد مناظرہ سے واقف ہو اور جس کا قول موقعہ بے موقعہ محض نفظ لانسلم ہو اوس سے کج بحثی مین تضیع اوقات کون کرے فن مباحثہ سے جو معترض کو جیسا کچھ تعلق ہے وہ اس رسالہ کی سلاست و متانت عبارت سے ظاہر ہے۔

اب رہا روحی مناظرہ تو اس کی بھی ضرورت جب تھی کہ صاحب مقتدیٰ یا مولف نشانات کو اس معاملہ مین شک ہوتا معترض یہ کیون نہ کرین کہ حضرت مقتدای جہان سے التجا کرین کہ وہ انحضرت کی اصلاح خیال کردین قصہ طے ہو۔

مزید بران اپنے رسالہ کے صفحہ ۹ مین لکھ چکے ہین کہ (مبشرات کی نسبت ایسی ارباب سے ہے جو عالم اسباب سے منتقل ہو کر عالم ارواح کے متعلق ہین) جب یہ امر معترض کو تسلیم ہے کہ وہ ارباب عالم اسباب سے سیدھے عالم ارواح مین چلے گئے پھر یہ کہنا کہ معلوم نہین کہ بر سر رحمت ہین یا بر سر زحمت اس امر کا مشعر ہے کہ وہ نہین جانتے کہ عالم ارواح کس عالم کو کہتے ہین غالبًا ان کا مفہوم عالم مثال ہوگا اور جب وہ عالم مثال اور عالم ارواح کا فرق ہی نہین جانتے تو وہ روحی مناظرہ سے کیا معنی لیتے ہین۔ لطف تو یہ ہے کہ عالم مثال تک تو ان کی رسائی نہین کہ یہ معلوم کر سکین کہ بر سر رحمت ہین یا بر سر زحمت پھر روحی مناظرہ کے لئے تو اس سے زیادہ استعداد کی ضرورت ہے ابھی تو اس قدر بھی تزکیہ و تصفیہ حاصل نہین جس کے وہ خود معترف ہین کہ اس کی تحقیق و تصدیق نہ کشف قبور سے ممکن ہے نہ مراقبہ سے جو عالم مثال مین رسائی کا پہلا زینہ ہے۔

قولہ تکمیل سوم بابحث سجادگی و جانشینی حضرت مستطاب بہ خرقہ سجادگی فریقین مزار مقدس پر جا کر عرض کرین کہ جو شخص اس کا مستحق ہو اوسے یہ لباس مرحمت فرما دیا جائے عالم باطن سے جسے یہ دولت بیش بہا و نعمت اعلی ملے وہی اس کا مستحق ہے اور دوسرا غیر مستحق ہے اور خود اوس کا باطل دعوی ہے اس سے بہتر تصفیہ میرے خیال مین ممکن نہین حضرت مدعیان مذکور کو چاہیئے کہ حیثیت مذکورہ مین کسی حیثیت سے اپنے دعوی کو ثابت کرین اور داخل حسنات ہون ؎

جو دوری نگاہ ہین کون دیکھتے ہین ۔۔۔ مجھ سے کہان چھپین گے وہ ایسے کہان کے ہین

مابہ البحث سجادگی و جانشینی حضرت مقتدای جہان قدس سرہ تو معترض کے نزدیک ہے نہ کہ اوروں کے نزدیک جیسا کہ سابقًا ثابت کر دیا گیا تو پھر کیسے یہ امر مابہ البحث ہو سکتا ہے البتہ مابہ البحث معترض اور اوروں کے اب وجد کی خلافت اپنے بزرگوں سے ہے اسے اگر معترض کسی طرح ثابت کر سکتے تو یقینًا ادعا نہ رکھتے۔

استحقاق وغیر استحقاق کا سوال بالکل فضول ہے کیونکہ بزرگون کا طریقہ اختیار کرنا یعنی میدان عمل ہی مین آنا استحقاق ہے بقول حضرت قاضی مینا قلندر رسولوی کچھ کو ٹو میسر جو کچھ حاصل ہو ورنہ خالی پاگر کرنے سے کیا فائدہ۔

کون دکان کے جلوے تو معترض کی نگاہ مین جیسے کچھ اب ہین یا زمانہ طالب علمی تھی اوس سے نواب بھی لوگ واقف ہین اوس کی یاد تازہ کرانے سے معلوم نہیں کہ منشا کیا ہے۔

نفس مضمون رسالہ کا جواب تو بحمد اللہ بدلایل ساطعہ و براہین قاطعہ ہوگیا البتہ بہت سی لفظی و معنوی غلطیان معترض کی استعداد کے لحاظ سے نظر انداز کر دی گئین ؎

دامان نگہ تنگ و گل حسن تو بسیار
گلچین بہار تو ز دامان گلہ دارد

تمت

تاریخ کتاب کشف الآثار

جو مبتلائے رشک و خیال خراب ہین — وہ اپنے ہاتھ آپ اسیر عذاب ہین

منھ پر اُنہین کے خاک ستی ہر جہت سے — وہ خاک ڈالتے جو سر آفتاب ہین

اُن خفتہ بختون کو کوئی بیدار کیا کرے — جو لوگ جاگتے مین بھی سرگرم خواب ہین

مردود ہین طریق طریقت سے وہ مرید — کرتے جو مرشدون پہ عتاب و خطاب ہین

جنکو خدا عزیز کرے وہ عزیز ہین — جنکو خدا خراب کرے وہ خراب ہین

جلوے حبیب حیدر عالیجناب کے — رونق فزائے مسند شاہ تراب ہین

اس کاوش حسد سے ہین دو زخ مین اہل رشک — تلتے ہین پھیپھڑے جگر و دل کباب ہین

لکھی ہے اُسپہ کاشف الاسرار اک کتاب — جس کے مصنف ایک شیخت مآب ہین

دل کھولکر نکالی ہے دلکی بھڑاس خوب — بہکے کچھ اُس مین حد سے زیادہ خباب ہین

پیرون کو پیرزادون کو اپنے کرین ذلیل — اصل الاصول یہ ہی اصول کتاب ہین

تردید اس کی صاحب نفحات نے لکھی — انشائے حسب حال مین جو انتخاب ہین

الزامہائے کاشف الاسرار رد کئے — واللہ کیا جواب لکھے لاجواب ہین

نادانقون کو چونکہ بتانا ضرور تھا — الزام یہ صحیح ہین یا ناصواب ہین

اس واسطے ہوئی ہے ضرورت جواب کی — مجبور ہو کے لکھے گئے یہ جواب ہین

ہاتف نے بعد بحث کے یہ طے کیا اسیر
از روئے بحث ترکی بہ ترکی جواب ہین
+۲

سنہ ۱۳۲۴ھ سال تصنیف

سنہ ۱۳۲۶ھ سال طبع

شیخ مصلح الدین احمد اسیر کاکوروی